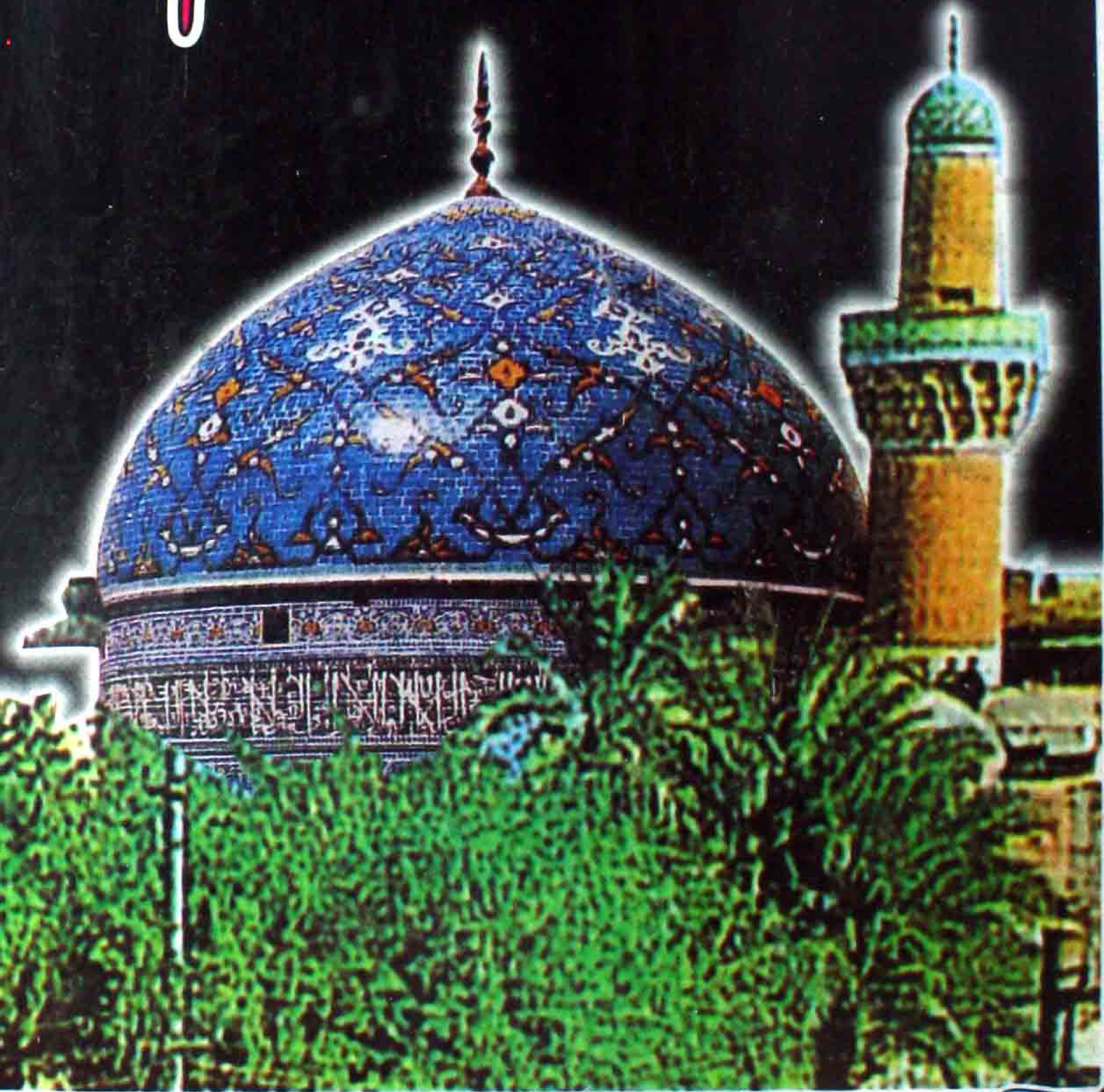
اخلاقِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ



حافظ منظور احمد

اخلاق غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حافظ منظور احمد

فہرست
مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برائے ایصال ثواب کل امت رسول مقبول ﷺ

ضابطہ

نام کتاب	:	اخلاق غوث اعظمؒ
مؤلف ومرتب	:	حافظ منظور احمد
تعداد	:	1100
ایڈیشن	:	اوّل
صفحات	:	100
تاریخ اشاعت	:	یکم مئی 2001ء
نظر ثانی	:	ڈاکٹر محمد طفیل پی ایچ ڈی، پرائڈ آف پرفارمنس
مشاورت	:	محمد زبیر ہاشمی، سیف الرحمان ایڈووکیٹ
پروف	:	مولانا سید خالد حسین (خطیب جامع مسجد قادریہ اللہ والی) بی بلاک پیپلز کالونی فیصل آباد
کمپوزنگ	:	مکتبہ ناصریہ، پریس مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد
پرنٹرز	:	سلیم نواز پرنٹنگ پریس گول پاک بازار امین پور بازار فیصل آباد
پبلشرز	:	کاشف ندیم۔ ایگزیکٹو سیکرٹری سیرت ریسرچ انٹرنیشنل فون: 600423 5/1 وقاص پلازہ امین پور بازار فیصل آباد پاکستان

تعارف

از ڈاکٹر حافظ محمد یونس
ایم اے اسلامیات۔ ایم اے عربی۔ مولوی فاضل
فاضل درس نظامی۔ ایم ایڈ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
سابق صدر۔ شعبہ علوم القرآن والحدیث
ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد پاکستان

اولیاء اللہ، فقہائے امت، صلحائے امت اور صوفیائے کرام، وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی زندگیاں مثالی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے تقویٰ، صالحیت، پاسداری سنت اور تزکیہ قلوب کے سبب اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ صفات الٰہیہ کے مظہر نظر آتے ہیں۔ اپنی اصلاح باطن کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کا واحد مقصد اور مشن دوسرے لوگوں کا تزکیہ قلوب ہوتا ہے جو بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔

ان صوفیائے کرام کا دلوں پر قبضہ ہوتا ہے یہ تلواروں سے نہیں بلکہ نگاہوں کی قوت سے دلوں کو فتح کرتے ہیں۔ ان کی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے وقف ہوتی ہیں اس لئے تبلیغ اسلام اور

اشاعت دین مصطفوی ﷺ کی خاطر جس طرف جاتے ہیں، نصرت الٰہی اورتائید ایزدی ہر گام پر ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

فقر غیور ان کا شعار زندگی اور صدق وخلوص ان کا سرمایہ ہوتا ہے محبت خدا ان کا اعزاز اور اطاعت رسول ﷺ ان کا افتخار ہوتی ہے یہ اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے جیتے ہیں اور خدمت خلق کو اپنا منصب سمجھ کر عالم انسانیت کو فلاح دارین کی منزل کی جانب گامزن کرنے کیلئے مصروف عمل رہتے ہیں۔

یہ نفوس قدسیہ روحانیت کے علمبردار اور تصوف کی عظمتوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان کا مقصد اولیٰ ہی یہی ہے کہ فرزندان اسلام کو محض گفتار کا غازی نہ بنایا جائے بلکہ شریعت رسول ﷺ کے عملی تقاضوں سے آشنا کیا جائے۔

ان مقربان بارگاہ رب العزت میں سے موجودہ دور کی ایک زندہ وتابندہ مقدس ہستی حضرت قبلہ الحاج السید الحافظ محمد منظور احمد الہاشمی دامت برکاتہم فیصل آباد میں اپنی پوری آب وتاب اور روحانی کمالات کے ساتھ انوار وفیوض سے دلوں کو منور کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

وہ سلف صالحین اور قدوۃ السالکین کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ سنت رسول مقبول کے مطابق گزرتا ہے۔ ان کا سینہ حفظ

قرآن کی مقدس کرنوں سے مزین ہے۔قرآن کریم پران کی گہری نظر ہے ان گنت حُفاظ کرام کوحفظ کی نعمت سے مالا مال کیا اوران کے سینوں کو منور کیا۔ راقم کوبھی دوران حفظ قرآن کریم زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

وہ ولی کامل اور پیر طریقت ہیں اور شہنشاہ ولایت حضور غوث صمدانی ،قطب ربانی ،شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عنایات مخصوصہ اور توجہات کریمہ کا محور ہیں اور سرکار موہری شریف ،حضرت خواجہ نواب دینؒ کے فیوض وبرکات کا طوق زیب گلو کئے ہوئے ہیں ۔اور مسند خلافت پرجلوہ افروز ہوکرمخلوق خدا کے دامن گوہر مراد سے بھر رہے ہیں ان کا روحانی رابطہ حضرت بابا نور شاہ ولیؒ ،حضرت پیر قبلہ سلطان علی قادریؒ دربار عالیہ غوثیہ اور محدث اعظم ،قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمدؒ سے بلاواسطہ ہے۔اوران کی حضوری حاصل ہے۔

حافظ صاحب خلوص ومحبت کا پیکر ہیں ،احترام آدمیت ان کا شعار ہے،شفقت ورحمت کے بحر بیکراں ہیں جودوسخاوت ان کا شیوہ ہے وہ مردِدرویش ہیں اور شانِ قلندری ان کا وطیرہ ہے جو بات کہہ دیں کر کے دکھاتے ہیں۔اللہ ان کی لاج رکھتا ہےاور قبولیت سےنوازتا ہے۔

عبادت اور ریاضت کے وقت ان کی کیفیت دیدنی ہوتی ہے

ان کی سخاوت اور دریا دلی کی دھوم ہے۔ وہ کسی سائل اور حاجت مند کو اپنے آستانہ عالیہ سے خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ ان کی طبیعت میں انتہائی نرمی اور ملائمت ہے، ناراض بہت کم ہوتے ہیں، کسی کو دکھ اور غم کی کیفیت میں دیکھ کر اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مصائب کے ستائے ہوؤں کی اس طرح خبر گیری کرتے ہیں کہ دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔

ان کے ہاں ذکر و فکر کی روحانی محافل و مجالس کا انعقاد اکثر ہوتا رہتا ہے جن میں علماء و فضلاء، دانش ور اور نکتہ وروں کی اکثریت ہوتی ہے ان محافل میں حضوری کی کیفیت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے جو حضرت حافظ صاحب کی روحانی اور باطنی فیوض و برکات کی غماز ہوتی ہے۔ اہل خبر و نظر کے مشاہدات نے اس کی تصدیق بارہا کی ہے کہ:

"حافظ صاحب محافل میں تشریف فرما ہوتے ہیں: خدا اور رسول ﷺ کے ذکرِ پاک سے محفل جم جاتی ہے، سوز و گداز کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی چمکنے لگتے ہیں۔ آپ فوراً چہرے کو ایک طرف کر لیتے اور اپنے آنسو پونچھ لیتے ہیں جب احباب کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں درد کر رہی ہیں۔ حاضرین مجلس سمجھ جاتے ہیں کہ حافظ صاحب اس خیال

سے اپنے آنسو چھپا رہے ہیں کہ ان کے آنسو ریا کاری محسوس نہ ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی زبان فیض ترجمان اذہان کو علمی بلندیوں اور قلوب کو روحانی لطافتوں سے آشنا کرتی ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے اپنے آپ کو صرف ذکر وفکر کی محافل تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ آپ کی سرپرستی میں کتنے ہیں رفاہی ادارے، دینی درس گاہیں، تعلیمی مراکز اور فلاح و بہبود کی انجمنیں قائم ہیں۔ ان میں بابا نور شاہ ولیؒ کے مزار سے ملحقہ جامع مسجد میں ''جامعہ نور القرآن'' کے نام سے دینی مدرسہ، علم و عرفان کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد میں عظیم الشان ''جامع مسجد مصطفائی'' کی تعمیر مہدی محلّہ کے منظور پارک میں مرکزی جامع مسجد کے پلاٹ کا حصول اور تعمیر وتزئین ان کی ان تھک محنتوں کا مرہون منت ہے۔

جھال خانوآنہ میں حضرت مولانا پیر محمد سلیم نقشبندیؒ کے مزار پُرانوار سے متصل ''جامعہ سلیم'' کا منصوبہ ان کے پیش نظر ہے۔

ایک وسیع وعریض عظیم الشان تعلیمی وتعمیری منصوبہ ان کا دیرینہ خواب ہے جس کی تشکیل وتعمیر اور تکمیل کیلئے انہوں نے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کی ہوئی ہے۔ یہ منصوبہ ایک ایسی دینی، فکری اور تعلیمی درس گاہ کا قیام ہے جو جدید علوم اور قدیم علوم کا حسین امتزاج ہو اور وہاں کے

فارغ التحصیل دینی اور دنیوی علوم سے آراستہ ہوں۔اس کیلئے انہوں نے جڑانوالہ روڈ پر پولیس کالونی کے متصل تقریباً ڈیڑھ ایکٹر قطعہ اراضی حاصل کرلی ہے اور تعمیری کام کا آغاز کردیا گیا ہے۔چار دیواری، شجر کاری اور بیل بوٹے لگا کر قطعہ کو محفوظ کرلیا گیا ہے۔انشاءاللہ اسی سال سے کلاسوں کا اجراء ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ حضرت حافظ صاحب کی توجہات کریمہ کے طفیل ہے۔حافظ صاحب کی ذات کریم فیصل آباد کی ایک ہر دل عزیز مسلمہ شخصیت ہے ان کے عقیدت مندوں اور متوسلین کا حلقہ بہت وسیع ہے ہر طبقہ فکر کے لوگ ان کی دینی، روحانی اور بصیرت وعظمت کے قدر دان ہیں اور انہیں اپنے اندر پاکر مسرت وانبساط کے ساتھ یک گونہ اطمینان محسوس کرتے ہیں اور انہیں ہر قسم کی پارٹی، کمیٹی اور جمعیت کا چیئر مین اور سربراہ بنا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔حافظ صاحب نے بھی ان کے کاروباری معاملات، لین دین کے تنازعات اور گھریلو ناچاقیوں کو باحسن طریق حل کرنے میں پوری دیانت، خلوص، حتی المقدور جدو جہد اور ذمہ داری کا ثبوت دیا۔جس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں اس طرح ان کے احترام و وقار میں روزافزوں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

وہ خود ایک اچھے خطیب، قلم کار اور تحریر کے دھنی ہیں۔ اللہ کریم نے انہیں پاکیزہ، صالح اور عمدہ خصائل واوصاف اولاد سے بھی نوازا ہے اور ان کے عزیز ان خاص متعدد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں انعامات اور خلعت فاخرہ سے نوازے گئے ہیں ان کی زندگیاں بھی مثالی ہیں۔

حضرت حافظ صاحب قبلہ کا اخلاق غوث اعظمؓ کے پاکیزہ موضوع پر قلم اٹھانا ان کیلئے بالخصوص بہت بڑی سعادت ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں ادب وانشاء کے ایسے گل ولالہ بھی مہکائے ہیں جن کی خوشبو سے اہل نظر اپنے قلب کو معطر کرتے رہیں گے۔

آج جبکہ مادیت کے سائے چاروں طرف منڈلا رہے ہیں اور تشکیک واوہام کی ظلمتیں، ایمان ویقین کے اجالوں کو نگلنے کیلئے پرتول رہی ہیں ہمارے لئے ان عظیم روحانی بزرگوں کی سیرت مشعل راہ ثابت ہوسکتی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم ایسے اصحاب فکر ونظر اور اہل تصوف کی نگاہوں کو مینارہ نور بنا ئے اسی کی روشنی میں حق پرستوں کے قافلوں کو منزل آشنائی کے آداب سے آگاہ کردے۔ (آمین)

پیشِ لفظ

فقیر محمد ندیم باری

حافظ منظور احمد صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ فیصل آباد کی ممتاز روحانی، دینی اور سماجی شخصیت ہیں۔ حافظ قرآن ہیں عالم باعمل اور پابند شریعت ہیں۔ اسرار و رموز معرفت سے آگاہ ہیں اور پیر طریقت ہیں۔ تصوف میں بھی بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ دنیاوی اور شہری حلقوں میں بھی نہایت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں بارعب اور پروقار شخصیت کے حامل ہیں۔

وہ ایک روشن خیال بزرگ ہیں جو اختلاف رائے برداشت کا حوصلہ اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ان کا اصول ہے کہ اپنا مسلک چھوڑو نہیں دوسروں کا مسلک چھیڑو نہیں۔

ان کی فیاضی اور سخاوت کا شہرِ عام ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ عاشق رسول ﷺ ہیں۔ جب ان کے ذاتی جمال و کمال کی اکثر خوبیاں ظاہر ہو چکیں تو اب ان کی سیرت نگاری کی صفت سامنے آئی ہے۔

شہر فیصل آباد کہ شہر حمد و نعت و سیرت ہے جہاں مولینا مجاہد الحسینی

اور مولانا محمد یونس جیسے بلند پایہ صدارتی ایوارڈ یافتہ سیرت نگاہ موجود ہیں جہاں پروفیسر ڈاکٹر سعیدہ رشم پنجابی میں سیرت نگاری کے موتی بکھیر رہی ہیں جہاں دلاور عسکری بچوں کیلئے سیرت لکھ رہے ہیں جہاں پروفیسر ریاض احمد قادری نظم میں سیرت نگاری کررہے ہیں جہاں نثار کسانہ ازواج رسول ﷺ کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کررہے ہیں اور جہاں پروفیسر غلام رسول شوق ''آدابِ رسول ﷺ'' ترتیب دے رہے ہیں۔

اس محترم حلقہ سیرت نگاراں میں حافظ منظور احمد صاحب جیسے بزرگ کی شمولیت ایک نہایت قابل قدر اضافہ ہے۔ہم ان کا بڑی خوش دلی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

جہاں تک حافظ منظور احمد صاحب کی سیرت نگاری کا تعلق ہے انھوں نے اخلاق کا عظیم موضوع منتخب کیا ہے جو خود میرا انتہائی پسندیدہ بلکہ مرغوب ترین موضوع ہے۔اس حسن انتخاب پر میں ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔حافظ صاحب کا انداز تحقیق سائنسی ہے جو معروضی سیرت نگاری کے جدید ترین تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ان کا انداز بیان شگفتہ رواں دواں، سادہ، سلیس، آسان فہم اور دلپذیر ہے۔ان کی منفرد طرز تحریر اور اختصار پسندی سے اس کتاب کے تاثر اور تاثیر دونوں میں اضافہ ہوا ہے۔

دور حاضر کے اخلاقی زوال کے پیش نظر اخلاق اسلام کی اشاعت وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔خصوصاً بزرگان دین کی اخلاقی صفات سے نئی نسل کو روشناس کرانا ازحد ضروری ہے لیکن اس اہم موضوع پر منتخب، مخصوص، مستند اور متفقہ کتب کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔اس نیک اور عظیم مقصد کیلئے یہ کتاب نہایت مفید مطلب ہے۔حسن طباعت سے آراستہ یہ کتاب فرقہ واریت سے پاک اور آسان فہم ہونے کی بناء پر تمام حلقوں میں سے عقیدت پڑھی جائے گی اور نئی نسل کی اخلاقی تربیت میں معاون ثابت ہوگی۔ان شاءاللہ

دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے۔آمین

فقیر محمد ندیم باری

سیرت نگار۔صدارتی ایوارڈ یافتہ

چیئرمین سیرت رائٹرز کلب فیصل آباد

عرضِ مؤلف

حافظ منظور احمد

رسول پاک ﷺ نے اپنی تشریف آوری کا مقصد انسانیت کے اخلاق کی تکمیل قرار دیا تھا۔اسی خلق عظیم کی بدولت دین اسلام ساری دنیا میں پھیلا مگر ہم تک یہ نعمت جن بزرگان دین کے وسیلے سے پہنچی ۔ ان کے اخلاق عظیم پر مخصوص ،مستند اور عام فہم کتب دستیاب نہیں اس کمی کو پورا کرنے کی خاطر مجھے اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا کہ اخلاقی تنزلی کے موجود دور میں ایسی کتب کی اشد ضرورت ہے۔

بزرگان دین تو سب کے سب قابل احترام ہیں لیکن اس سلسلے میں میری پہلی ترجیح سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔اسی لئے میں نے اپنی پہلی کاوش ان کی ذات بابرکات سے شروع کی ہے۔

جہاں تک سیرت نگاری کا تعلق ہے اس مقدس موضوع پر بے شمار ضخیم ،وقیع اور مستند کتب موجود ہیں ۔لیکن اسلامی اخلاقیات کے موضوع پر مجھے عزیز محترم ندیم باری کی سادہ ،مختصر اور موثر کتابیں نسبتاً

زیادہ پسند ہیں کہ وہ آسان فہم، فرقے تفرقے سے پاک اور دور جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ میں نے نہ صرف ان کا مطالعہ کیا ہے بلکہ زیر کتاب کی تالیف میں بھی ان سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے۔

حضرت غوث اعظمؓ کی کرامات پر کتابوں کے دفتر موجود ہیں لیکن میرے نزدیک ان کی سب سے بڑی کرامت ان کا اخلاق عظیم ہے جس میں رسول کریم ﷺ کی پیروی کی بدولت ان کے خلق عظیم کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ اس کتاب کے اختصار اور اسے سب کیلئے قابل مطالعہ بنانے کی خاطر میں نے اسے ان کے اخلاقی اوصاف تک محدود رکھا ہے۔

امید ہے کہ قرآن وحدیث اور سنت کی روشنی میں ان کی اخلاقی صفات کا یہ مختصر جائزہ قارئین کو پسند آئے گا اور ہماری نئی نسل کی اخلاقی تعلیم وتربیت کیلئے مددگار ہوگا۔ ان شاءاللہ

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

طالب دعا

حافظ منظور احمد

ایفائے عہد

قول کی پاسداری ،ایفائے عہد اور معاہدے کا احترام اعلیٰ ترین صفات ہیں۔درحقیقت یہ سب اوصاف سچائی اور راستبازی ہی کا جزو ہیں۔

رسول پاک ﷺ صادق اور امین تھے اس لئے ان کی وعدے کی پابندی بھی ضرب المثل بن گئی۔ان کی پیروی میں سیدنا غوث اعظم نے بھی سچائی حق گوئی اور وعدے کی پابندی کو اپنا شعار بنائے رکھا کہ یہ دین فطرت کا بنیادی تقاضا ہے

حکم خدا

1. اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں سوال ہونا ہے (بنی اسرائیل ۱۵/۳۴)
2. اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔(المائدہ ۶/۱)
3. بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔(آل عمران ۳/۸)
4. اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔میں اس

اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا اور مجھی سے ڈرتے رہو۔ (البقرۃ:۴۰)

⑤ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت اور یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیز گار ہیں۔ (البقرۃ ۲/ ۱۷۷)

حسن عمل

سیدنا غوثِ اعظمؒ کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی جب آپؒ نے علم دین کے حصول اور تکمیل کی خاطر بغداد جانے کا ارادہ کیا جو کہ اس وقت کا بہت مشہور علمی مرکز تھا۔ آپؒ کی والدہ سیدہ فاطمہ جو کہ عارفہ کاملہ تھیں نے زادِراہ کیلئے چالیس دینار آپؒ کی بغل کے نیچے گدڑی میں سی دیئے اور آپؒ کو رخصت کرتے وقت نصیحت فرمائی۔

''ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا''

سیدنا غوثِ اعظمؒ نے صدق دل سے اپنی والدہ محترمہ سے عہد کیا کہ میں ہمیشہ آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔ ان سے رخصت ہو کر آپؒ بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ ہو لئے کیونکہ اس زمانے میں ویران اور طویل راستوں میں اکیلے سفر کرنا ممکن نہ تھا اس لئے لوگ

قافلے بنا کر سفر کرتے تھے اور اپنی حفاظت کا ہر طرح انتظام کرتے تھے پھر بھی ڈاکوؤں کی لوٹ مار کا شکار ہو جاتے۔ ہمدان کے شہر تک تو آپؓ کا قافلہ خیریت سے پہنچ گیا لیکن ترتنک کے سنسان کوہستانی علاقے کے قریب پہنچتے ہی ساٹھ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اس قافلے پر حملہ کر دیا۔ اس گروہ کا سردار ایک طاقتور ڈاکو بدوی نامی تھا۔ قافلے کے لوگوں میں ان خونخوار ڈاکوؤں کے مقابلے کی سکت نہ تھی۔ قافلے کا تمام مال واسباب ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور تقسیم کیلئے ایک جگہ اکٹھا کر لیا۔ سیدنا غوث اعظمؓ اطمینان سے ایک طرف کھڑے رہے۔ لڑکا سمجھ کر کسی نے توجہ نہ کی اچانک ایک ڈاکو کی نظر آپؓ پر پڑی تو پوچھا ''کیوں لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ آپؓ نے بلا خوف وخطر اطمینان سے جواب دیا ''ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں'' ڈاکو کو آپؓ کی بات کا یقین نہ آیا تو وہ چلا گیا۔ دوسرے ڈاکو نے بھی آپؓ سے دریافت کیا ''لڑکے! تیرے پاس کچھ ہے؟''

آپؓ نے اسے بھی وہی جواب دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اس ڈاکو نے بھی آپؓ کی بات کو ہنسی میں ٹال دیا اور اپنے سردار کے پاس چلا گیا۔ پہلا ڈاکو بھی وہیں موجود تھا جہاں لوٹ کے مال

کی تقسیم ہو رہی تھی۔ دونوں ڈاکوؤں نے سرسری طور پر اس لڑکے کا واقعہ اپنے سردار کو سنایا۔ سردار نے کہا کہ اس لڑکے کو ذرا میرے سامنے تو لاؤ دونوں ڈاکو بھاگتے ہوئے گئے اور سیدنا غوثِ اعظمؒ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے۔

سردار بدوی نے اس درویش صفت نوجوان سے پوچھا ''لڑکے! سچ بتلا تیرے پاس کیا ہے؟''

سیدنا غوث اعظمؒ نے جواب دیا ''میں پہلے بھی تیرے دونوں ساتھیوں کو بتا چکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں'' سردار نے کہا ''کہاں ہیں؟ نکال کر دکھاؤ۔''

آپؒ نے فرمایا: ''میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہیں'' سردار نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو اس میں سے واقعی چالیس دینار نکل آئے۔ ڈاکو یہ رقم دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ ڈاکو سردار بدوی نے حیرت کے عالم میں کہا ''لڑکے تمہیں معلوم ہے کہ ہم ڈاکو ہیں اور مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں پھر بھی تم ہم سے بالکل نہیں ڈرے اور ان دیناروں کا راز ہم پر ظاہر کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟''

سیدنا غوثِ اعظمؒ نے فرمایا ''میری والدہ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا

کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ میں اپنی والدہ کی نصیحت کو صرف چالیس دیناروں کی خاطر کیونکر فراموش کر سکتا ہوں۔''

حق وصداقت کے اس مظاہرے کا سردار بدوی کے دل پر گہرا اثر ہوا اور وہ آبدیدہ ہو کر بولا آہ بیٹے تو نے اپنی ماں سے وعدے کا اتنا پاس رکھا۔ حیف ہے مجھ پر کہ اتنے سالوں سے اپنے خالق کا عہد توڑ رہا ہوں۔''

پھر وہ بے اختیار سیدنا غوثِ اعظمؓ کے قدموں پر گر پڑا اور ڈاکے کے پیشے سے توبہ کر لی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ معاملہ دیکھا تو ان کے دل بھی نرم ہو گئے اور سب بیک زبان بولے۔

''اے سردار! تو ڈاکے میں بھی ہمارا قائد تھا اور اب توبہ میں بھی ہمارا راہبر ہے۔''

سیدنا غوثِ اعظمؒ کی سچائی کی بدولت ان سب ڈاکوؤں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور لوٹا ہوا مال قافلے کو واپس کر دیا۔ روایت ہے کہ یہ سب ڈاکو اس توبہ کی بدولت ولایت کے درجے تک پہنچے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے تھے کہ یہ پہلی توبہ تھی جو گمراہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر کی۔ بے شک یہ وعدہ ایفائی اور سچائی کی ایک روشن مثال تھی۔

برداشت

برداشت۔ تحمل و بردباری اور حلم جیسی اعلیٰ صفات نہایت عالیٰ ظرف اور بلند حوصلہ شخصیات میں ہی پائی جاتی ہیں۔رسول پاک ﷺ بے شک سب سے زیادہ برد بار اور حلیم تھے۔آپ ﷺ اس حد تک درگزر کرنے والے تھے کہ جو شخص آپ ﷺ سے بدسلوکی کرتا۔آپ ﷺ اس کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتے۔آپ ﷺ کا نصب العین سب سے بلند و برتر تھا۔ اللہ کا دین آپ ﷺ نے اپنے حسن سلوک ،برداشت و بردباری سے لوگوں کے دلوں تک پہنچایا۔سیدنا غوث اعظمؓ بھی ذاتی معاملات میں سراپا تحمل و برداشت تھے۔لیکن لوگوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہرگز برداشت نہ کرتے تھے۔

حکم خدا

اور مومن غصہ پینے والے ہوتے ہیں۔(العمران:۱۳۴)

فرمانِ رسول ﷺ

رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں تو اس کو چاہئے کہ اس آدمی سے درگزر کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو اور اس کو دے جس نے اسے نہ دیا ہو اور اس کے

ساتھ تحمل کرے جس نے اسے برا کہا ہو اور جس میں سمجھ حاصل کرنے کا شوق ہو اس میں سمجھ بڑھنے کیلئے راہیں کھل جاتی ہیں۔

حسن عمل

سیدنا غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں ایسی سختیاں برداشت کی ہیں کہ وہ اگر پہاڑ پر گزرتیں تو وہ بھی پھٹ جاتا۔ مصائب کی شدت سے تنگ آ کر آپؒ زمین پر لیٹ جاتے اور اس آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیتے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ''بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

اس سے آپ پرسکون ہو جاتے تو زمین سے اٹھ جاتے۔

سبق سے فارغ ہو کر آپؒ ویرانے میں نکل جاتے اور شہر کی بجائے رات جنگل یا بیابان میں گزارتے۔ ننگی زمین کو بستر بناتے اور اینٹ یا پتھر کو تکیہ۔ موسم کی سختیوں اور رات کے اندھیروں سے بے نیاز ننگے پاؤں ویرانوں میں پھرتے رہتے۔ سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا تھا اور جسم پر موٹا اونی لبادہ۔ دریائے دجلہ کے کنارے خودرو جڑی بوٹیاں اور سبزیاں آپؒ کی خوراک ہوتی تھیں۔ ان تمام مصائب کو آپؒ نے بڑی استقامت سے مردانہ وار برداشت کیا اور کبھی شکوہ شکایت کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ آپؒ نے اپنی توجہ ہمیشہ حصول علم پر مرکوز رکھی اور اس کے راستے میں ان رکاوٹوں کو کبھی خاطر میں نہ لائے حتیٰ کہ آپؒ کی تعلیم مکمل ہو گئی۔

بشارت

بشارت کے معنی تو اچھی خبر سنانے یا خوشخبری دینے کے ہیں لیکن یہاں اس کا مفہوم ایمان لانے والوں کیلئے آخرت میں انعامات واعزازات کے ساتھ ساتھ جنت کے ثمرات ملنے کی نوید اور آتش دوزخ سے رہائی کی خوشخبری دینا ہے اسی طرح اچھے کام، صبر کرنے والوں، مجاہدوں اور راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کیلئے فتح مبین کی خوشخبری یعنی روشن فتح کی بشارت موجود ہے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ بیک وقت خوشخبری دینے والے بھی ہیں اور ڈرانے والے بھی۔ اس لئے دین فطرت میں ہر نیکی کیلئے بشارت موجود ہے اور ہر برائی کیلئے ڈراوا ان پر یقین رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔

حکم خدا

❶ اور اے محمد ﷺ! ہم نے تم کو تمام لوگوں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سبا:۲۸)

❷ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ (الحج:۳۴)

3 اور مومنو کو خوشخبری سنا دو کہ ان کیلئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ (الاحزاب:۴۷)

4 اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔ (النحل:۸۸،۸۹)

5 وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (یونس:۶۲،۶۴)

6 اور اے پیغمبر ﷺ! مومنوں کو (بہشت کی) خوشخبری سنا دو۔ (توبہ:۱۱۱،۱۱۲)

فرمانِ رسول ﷺ

1 رسول پاک ﷺ اپنے اصحاب کو کسی کام پر مامور کر کے بھیجتے تو فرماتے "لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔ آسانی کرو اور دشواری نہ ڈالو۔ (بخاری و مسلم)

2 رسول پاک ﷺ نے فرمایا "خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائی جائے۔ (ابن ماجہ، نسائی)

❸ رسول پاک ﷺ نے تین بار فرمایا'' خوش نصیب ہے وہ شخص جسے فتنوں سے دور رکھا گیا اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں میں مبتلا ہوا اور صبر کیا۔ (عن بن اسود رضی اللہ عنہ ، ابو داؤد)

عملی نمونہ

سیدنا غوث اعظم کسی ویرانے میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی'' اے عبدالقادر! تجھے کئی دن سے فاقہ ہے اور علم حاصل کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ جا انبیاء کرام کی سنت پر عمل کر اور کسی سے قرض لے لے'' آپ نے جواب دیا'' میں ایک نادار شخص ہوں قرض لے کر واپس ادا کیسے کروں گا۔''

غیب سے آواز آئی'' تو اس کی فکر نہ کر تیرے قرض کی ادائیگی کے ہم ذمہ دار ہیں۔''

اس بشارت کے مطابق آپ ایک نانبائی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ بھائی اگر ہو سکے تو ہر روز مجھے ڈیڑھ روٹی دے دیا کرو۔ جب مجھے توفیق ہوئی میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور اگر مر گیا تو بخش دینا۔

وہ نانبائی بھی کوئی مرد حق تھا آپ کی بات سن کر رو پڑا اور کہا آپ جب چاہیں اور جو چاہیں میری دکان سے لے جایا کریں چنانچہ

آپ روزانہ اس کی دکان سے ڈیڑھ روٹی لے آتے وقت گزرنے کے ساتھ آپ کو قرض کی ادائیگی کی فکر ستانے لگی اس خیال میں تھے تو غیب سے پھر وہی آواز سنائی دی کہ ''اے عبدالقادر! فلاں جگہ جا اور وہاں سے جو ملے وہ لا کر نانبائی کو دے دے۔''

جب آپ اس جگہ پہنچے تو وہاں سونے کا ایک ٹکڑا پڑا پایا۔ آپ نے سونے کا یہ ٹکڑا نانبائی کو دے کر قرض کی ادائیگی کر دی۔

تبلیغ

اشاعت دین بنیادی طور پر تو پیغمبروں اور رسولوں کی ذمہ داری ہے کیونکہ ان کی تشریف آوری کا مقصد ہی خدا کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔ چونکہ رسول پاک ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی تھی اور آپ ﷺ پر اللہ کا دین اسلام مکمل ہو چکا تھا۔ جب آپ ﷺ اپنے مقدس مشن کی تکمیل فرما چکے تو اب یہ مقدس فرض خود مسلمان امت کے ذمے آ گیا کہ وہ اللہ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس مقدس و متبرک پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دیں۔ لیکن اس پیغام کو پھیلانے کا مطلب صرف اس کے اعلان تک محدود نہیں۔ رسول پاک ﷺ نے اس کی تبلیغ و اشاعت کیلئے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے سب سے پہلے تو خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ دوسرے آپ ﷺ نے بہت خوش اخلاقی، نرمی اور مستقل مزاجی سے تبلیغ فرمائی۔ آپ ﷺ کا طریق تبلیغ اتنا مؤثر اور کارآمد ثابت ہوا کہ چند ہی سالوں میں لاکھوں انسان دین اسلام کے نور سے منور ہو گئے اور آج بھی اسی کی بدولت دنیا کا گوشہ گوشہ اس روشنی سے جگمگا رہا ہے۔

حکم خدا

❶ اے پیغمبر ﷺ! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب کو پہنچا دو۔ (المائدہ:۶۸)

❷ پیغمبر کے ذمے تو صرف (پیغام خدا کا) پہنچا دینا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو خدا کو سب معلوم ہے۔

(المائدہ:۹۹)

❸ اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔ (النحل:۱۲۵)

❹ مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں لوگوں میں پیدا ہوئیں۔ تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

❺ اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

(حم السجدہ:۳۳)

❻ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع

کرے یہی لوگ ہیں نجات پانے والے۔ (آل عمران:۱۰۴)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ اللہ کے دین کی طرف بلانے والے لوگ قیامت کے دن سب سے سربلند ہوں گے۔

❷ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی کو روکتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا پھر اس وقت تم دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔ (ترمذی)

❸ معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو یمن تبلیغ کیلئے بھیجتے وقت فرمایا: ''دین اسلام کو آسان کر کے پیش کرنا، سخت بنا کر نہیں، لوگوں کو خوشخبری سنانا، نفرت نہ دلانا۔''

ارشاد غوث اعظمؒ

''میری آرزو ہوتی ہے کہ ہمیشہ خلوت گزیں رہوں۔ دشت و بیاباں میرا مسکن ہوں۔ نہ مخلوق مجھے دیکھے نہ میں اس کو دیکھوں لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی بھلائی منظور ہے۔ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد عیسائی اور یہودی مسلمان ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے زائد بدکار

لوگ توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔"

حسن عمل

سیدنا غوث اعظمؒ کو دنیائے اسلام میں محی الدین کے معزز لقب سے پکارا جاتا ہے۔ بلا شبہ آپؒ نے اشاعت دین اور احیائے اسلام کیلئے بے مثال جدوجہد فرمائی۔ آپؒ کی اس جدوجہد نے مردہ دلوں کیلئے مسیحائی کا کام کیا اور لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا کی۔ آپؒ کا وجود مسعود ایک عطیہ خداوندی تھا جس نے دنیا بھر میں ایمان وایقان اور روحانیت میں نئی پھونک دی۔ دین حق غالب آ گیا اور باطل مغلوب ہو گیا آپؒ کے اسی لازوال کارنامے کی بدولت آپ کو محی الدین کہا جاتا ہے۔

آپؒ کے شاگرد عبداللہ بن جبائی کے مطابق آپؒ کی تبلیغی مساعی کی بدولت ہزاروں یہودی اور عیسائی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تمام مورخین متفق ہیں کہ بغداد کے باشندوں کا بڑا حصہ آپؒ کے ہاتھ پر تائب ہوا اور نہایت کثرت سے عیسائی یہودی اور دوسرے غیر مذاہب کے لوگ اسلام لائے۔

تدبر

تدبر وحکمت، عقل ودانش اور ذہانت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں ان سے انسان نہ صرف اپنے برے بھلے کی تمیز کر سکتا ہے بلکہ اپنی ذات کو بھی پہچان سکتا ہے۔وہ اپنی زندگی کے اصلی مقصد سے آگاہ بھی ہو جاتا ہے اور مسلسل عمل سے اس مقصد کو حاصل بھی کر لیتا ہے اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عقل سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا جوہر عطا فرمایا تھا کہ خود عقل انسانی اس کا اندازہ کرنے سے عاجز ہے۔

رسول پاک ﷺ کی بے مثال ذہانت وفراست کی بدولت خلفائے راشدین ،صحابہ کرامؓ ،اولیاء اللہ اور علمائے دین کو جس درجہ کی فراست اور دانشمندی نصیب ہوئی تھی اس کا احاطہ کرنا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔مومن کی فراست سے ڈرنے کا حکم ہے کیونکہ اس کا تو دل بھی سوچتا ہے۔سیدنا غوث اعظم سردار اولیاء ہونے کی بدولت عقل و دانش اور ذہانت کے انتہائی اعلیٰ درجات پر فائز تھے۔

حکم خدا

❶ اور اس نے تمہارے لئے مسخر کئے رات اور دن ،سورج ، چاند، ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں۔بے شک اس میں نشانیاں

ہیں عقلمندوں کیلئے۔ (النحل:۱۴/۱۱)

❷ اس پانی سے تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کیلئے۔ (النحل:۱۴/۱۱)

❸ بے شک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات، دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔

(العمران:۱۹۰،۱۹۱)

فرمانِ رسول ﷺ

(۱) رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانو! اپنے بڑوں کے پاس بیٹھا کرو۔ عالموں سے سوال کیا کرو اور دانشمندوں سے ملا کرو۔'' (طبرانی)

(۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''مسلمانو! اپنے دلوں کو سوچنے کی عادت ڈالو اور خدا کی نعمتوں پر غور کیا کرو مگر خدا کی ہستی پر غور نہ کرنا۔'' (ابوالشیخ فی العظمت)

حسن عمل

حضرت غوث اعظمؒ نے اپنے بیٹے ضیاء الدین ابونصر موسیٰ سے

فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کسی ویرانے میں پھر رہے تھے اور وہ بھی اس حال میں کہ پیاس سے آپ کی زبان پر کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ اچانک بارش کا ایک ٹکڑا آپ کے سر پر نمودار ہوا۔ آپ نے اسے باران رحمت جان کر بارش کے اس پانی سے اپنی پیاس بجھائی اور اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔

پھر آپ نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے روشن ہو گئے۔ اس میں سے ایک صورت نظر آئی اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا" اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں میں نے تیرے لئے سب چیزیں حلال کر دی ہیں"

اس پر آپؒ نے تعوذ پڑھ کر اس پر پھونکا تو وہ روشنی فوراً اندھیرے میں بدل گئی اور وہ شکل دھواں بن کر تحلیل ہو گئی۔ اس دھوئیں میں سے آواز آئی" اے عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم اور تدبر کی بدولت میرے مکر سے بچا لیا ورنہ میں اپنے اس شعبدے سے ستر صوفیاء کو گمراہ کر چکا ہوں۔"

اس پر حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ بے شک یہ میرے مولائے کریم کا کرم ہے جو میرے شامل حال ہے۔

تب آپ سے پوچھا گیا" یا حضرت! آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے۔"

ارشاد فرمایا "اس کے یہ کہنے سے کہ اے عبدالقادر میں نے حرام چیزیں تیرے لئے حلال کردیں کیونکہ اللہ پاک نے کسی کیلئے بھی ایسا نہیں کیا (اور نہ ہی اللہ پاک اپنی سنت یا وعدے کے خلاف کچھ کرتے ہیں) اس طرح اللہ پاک نے آپ کو آپ کی خداداد فراست اور تدبر کی بدولت ابلیس کے وسوسے اور مکر سے بچالیا۔"

آپ کی خداداد ذہانت ،حکمت ودانش اور علم وفضل کی شہرت سارے زمانے میں پھیل گئی تو آپ کے پاس کثرت سے فتوی کیلئے سوالات آنے لگے۔ آپ اپنے طور پر تر حنبلی اور شافعی مسلک کے مطابق فتویٰ دیتے۔آپ کی فراست کا یہ عالم تھا کہ کوئی سوال ایک رات بھی آپ کے پاس غور وفکر کیلئے نہیں رکا۔آپ سوال پڑھتے ہی اس کا جواب تحریر فرما دیتے۔عراق کے علماء کرام آپ کے فتوے کی صحت اور تیز رفتاری پر بہت تعجب کرتے بلکہ بہت تعریف کرتے۔ان کے مطابق اس زمانے میں سیدنا غوث اعظمؒ کا علم وفضل اور فتوی میں کوئی ہمسر نہ تھا اور طالبعلموں یا فتوی لینے والوں کو آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی ضرورت کبھی محسوس نہ ہوئی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ تاج الدین عبدالرزاقؒ سے

روایت ہے کہ آپ کے پاس کسی ملک عجم سے ایک فتویٰ کا سوال پیش ہوا جو آپ سے پہلے اکثر علماء عراق سے پوچھا جا چکا تھا مگر اس کا تسلی بخش جواب کہیں سے نہ ملا تھا۔

فتویٰ کا سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کرے گا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایسی عبادت نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔ ایسی عبادت کون سی ہو سکتی ہے؟

تمام علماء اس سوال کا جواب ڈھونڈنے سے عاجز ہو گئے تو یہ معاملہ سیدنا غوث اعظمؓ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے فوری طور پر یہ فتویٰ دیا کہ وہ شخص مکہ معظّمہ چلا جائے اس کیلئے مطاف خالی کر دیا جائے اور وہ ایک ہفتہ تک تنہا طواف کرے۔

یہ جواب سن کر تمام علماء کرام دنگ رہ گئے کیونکہ صرف اسی صورت میں وہ شخص تنہا عبادت کر سکتا تھا اور اپنی قسم پوری کر سکتا تھا۔ یہ فتویٰ ملتے ہی وہ شخص مکہ معظّمہ روانہ ہو گیا اور اپنی قسم پوری کی۔

دیگر فتاویٰ کی طرح آپ کا یہ فتویٰ بھی آپ کی بے مثال حکمت و دانش اور تدبر کا واضح ثبوت ہے۔

حسن اخلاق

خوش اخلاقی تمام اخلاقی اوصاف کی بنیاد ہے۔

حسن اخلاق خندہ پیشانی اختیار کرنے ،خوب بھلائی کرنے اور تکلیف دینے سے بچنے کا نام ہے۔خوش اخلاقی کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔اس سے نہ صرف ان کے دل پر محبت والفت کا گہرا اثر ہوگا بلکہ اپنی بات منوانے میں بھی آسانی ہوجائے گی۔خوش مزاجی کی اس عادت سے دلوں کو فتح کرنا کتنا آسان ہوجائے گا۔اشاعت دین میں کامیابی کا یہ بنیادی نسخہ ہے۔

دوسری بات ہے بھلائی کرنا اور وہ بھی ہر وقت اور سب کے ساتھ یعنی خدمت خلق حسن اخلاق کا بنیادی جزو ہے۔

تیسری بات دوسروں کو تکلیف دینے سے باز رہنا۔ہمارے پیارے رسول ﷺ نے اپنے حسن اخلاق سے دلوں کو فتح کرلیا درحقیقت وہ اخلاق قرآن عظیم تھا۔(حضرت عائشہؓ) یعنی رسول پاک ﷺ مظہر خلق عظیم تھے۔تمام اخلاقی اوصاف کا بہترین امتزاج آپ ﷺ کی

شخصیت میں موجود تھا۔ آپ ﷺ بے شک سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے اسی لئے خیر البشر اور محسن انسانیت ٹھہرے۔ اپنے کردار کی بلندی اور اخلاق کی عظمت کی بدولت آپ ﷺ معلم اخلاق کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہوئے کہ آپ ﷺ تو ساری انسانیت کے اخلاق بلند کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔

حکم خدا

❶ سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ (المومنون:۹۶)

❷ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ (البقرۃ:۸۳)

❸ اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب کہو یا وہی کہدو۔ (النساء:۸۶)

❹ اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسار کج نہ کرو۔ (بے رخی سے منہ نہ پھیرو) (لقمان:۱۸)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہے۔

❷ تم میں سے وہ شخص مجھے بہت عزیز ہے جس کا اخلاق سب

سے اچھا ہو۔

3. اللہ تعالیٰ کو دو صفات بہت پسند ہیں ایک سخاوت، دوسرے خوش خلقی۔

4. تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق کا مالک ہے۔

5. مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (ترمذی)

6. اللہ تعالیٰ والے اخلاق کو اپنا اخلاق بناؤ۔

7. اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے اچھا آدمی وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

8. مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

حسن عمل

1. ''شیخ موفق بن قدامہ کے مطابق آپ کی ذات گرامی خصائل حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھی۔ آپ جیسے اوصاف کا شیخ میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔''

2. شیخ خراوہ نامی ایک بزرگ جنہوں نے بڑی عمر پائی اور

بڑے بڑے نامور بزرگ دیکھے۔سیدنا غوث اعظمؒ کے اعلیٰ اخلاق و اوصاف کے بارے میں فرماتے ہیں'' میں نے اپنی زندگی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق ،فراخ حوصلہ ،کریم النفس ،رقیق القلب ،محبت اور تعلقات کا لحاظ کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت وعالی مرتبت اور وسعت علم کے باوجود چھوٹوں سے رعایت فرماتے ،بڑوں کی عزت کرتے ،سلام میں سبقت کرتے ، کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے ،غریبوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے حالانکہ آپ کسی ممتاز شخصیت یا رئیس کی تعظیم کیلئے بھی کھڑے نہ ہوئے اور نہ ہی کسی وزیر یا حاکم کے دروازے پر گئے۔''

❸ ''حضرت شیخ عبدالرحمان بن شعیب کے مطابق سیدنا غوث اعظمؒ بے حد منکسر المزاج ،کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے۔مساکین اور غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے اور فرماتے کہ امیروں کی عزت تو سب کرتے ہیں ان غریبوں سے محبت کون کرتا ہے۔''

جرأت

خوف خدا انسان کو ہر قسم کے خوف سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

بہادری و دلیری اور جرات وشجاعت درحقیقت سچائی سے جنم لیتی ہیں۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ انتہائی امن پسند اور صلح جو ہونے کے باوجود سب سے زیادہ بہادر اور شجاع تھے۔ آپ ﷺ بزدلی، انتقام پسندی، تشدد و اذیت رسانی اور کینہ پروری کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ سوائے خدا کے کسی سے کبھی نہ ڈرتے۔

کیونکہ آپ ﷺ کو یقین تھا کہ آپ ﷺ سچ پر ہیں اور حق ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے بے مثال جرات، بہادری کے ساتھ ساری عمر کفر کے خلاف جہاد فرمایا اور بالآخر فتح یاب ہوئے۔

آپ ﷺ کی بدولت سیدنا غوث اعظمؒ کو بھی قوت ایمانی اور جرات و ہمت بکثرت عطا ہوئی تھی۔ جس کی واضح مثال ان کی حق گوئی، بے باکی اور سچائی سے ملتی ہے جو سارے زمانے میں ضرب المثل بن گئی تھی۔

حکم خدا

❶ اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو

انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ۔ (الانفال:۱۵)

۲ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (کھری) بات کہو۔

(الاحزاب:۷۰)

فرمان رسول ﷺ

۱ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔''

۲ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''قوی مومن بہتر ہے۔'' اور اللہ کو کمزور مومن سے قوی مومن زیادہ محبوب ہے۔''

۳ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ارشاد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

میرا وعظ کے منبر پر بیٹھنا تمہارے قلوب کی اصلاح اور تطہیر کیلئے ہے نہ کہ الفاظ کے الٹ پھیر اور تقریر کی خوشنمائی کیلئے۔ میری سخت کلامی سے مت بھاگو کیونکہ میری تربیت اس نے کی ہے جو دین خداوندی میں سخت تھا۔ میری تقریر بھی سخت ہے اور کھانا بھی سخت اور روکھا سوکھا ہے۔

پس جو مجھ سے اور میرے جیسے لوگوں سے بھاگا اس کو فلاح نصیب نہیں ہوئی۔ جن باتوں کا تعلق دین سے ہے اگر تو ان کے متعلق بے ادب ہے تو میں تجھ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا اور نہ یہ کہوں گا کہ اس کو کیئے جا۔ تو میرے پاس آئے یا نہ آئے میں پرواہ نہ کروں گا۔ میں قوت کا خواہاں خدا سے ہوں نہ کہ تم سے، میں تمہاری گنتی اور شمار سے بے نیاز ہوں۔

حسن عمل

فرمان رسول ﷺ "جابر سلطان کے منہ پر کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے" کی پیروی میں سیدنا غوث اعظمؒ بڑی سے بڑی شخصیت کے منہ پر سچی اور کھری بات کہہ دیتے تھے اور اس سلسلے میں نہ تو کسی کا لحاظ کرتے تھے اور نہ اس بارے میں کسی خوف یا مصلحت کا شکار ہوتے تھے۔ آپ خلفاء یا وزراء، قاضیوں، عوام، حکام سب کو برسرعام اچھائی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے۔

❁ ایک مرتبہ خلیفہ نے یحییٰ بن سعید کو جو "ابن مریم الظالم" کے لقب سے مشہور تھا۔ بغداد کا قاضی مقرر کر دیا جس سے لوگوں میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی۔ سیدنا غوث اعظمؒ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خلیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دیا ہے جو سخت ظالم ہے۔ کل جب تم اپنے خالق

کے سامنے پیش ہو گے تو کیا جواب دو گے؟ جبکہ مالک دو جہاں تو اپنی مخلوق پر نہایت مہربان ہے۔''

روایت ہے کہ یہ الفاظ سن کر خلیفہ لرز اٹھا اور اتنا رویا کہ داڑھی بھیگ گئی۔

آپ کی حق گوئی اور بے باکی کی شہادت ان خطوط سے ملتی ہے جو آپ خلیفہ کو لکھتے تھے۔ آپ ان میں سخت الفاظ استعمال فرماتے اور یہاں تک لکھ دیتے کہ عبدالقادر تمہیں فلاں بات کا حکم دیتا ہے۔ خلیفہ کی مجال نہیں تھی کہ وہ آپ کے احکام سے روگردانی کرے ایسا ہی معاملہ حکام کے ساتھ بھی تھا۔

ایک شخص عزیزالدین جو خلیفہ کا معتمد خاص و مشیر اعلیٰ جو اس کے محلات کا ناظم بھی اور بڑا با اثر امیر بھی۔ بڑے کروفر کے ساتھ آپ کی مجلس میں آیا تو اسے دیکھتے ہی آپ نے اپنی اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا'' تم سب کی یہ حالت ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی بندگی کرتا ہے۔ اللہ کی بندگی کون کرتا ہے؟ یاد رکھ عنقریب تجھے خدا کی طرف لوٹنا ہوگا اور وہ تیرے اعمال کا محاسبہ کرے گا۔''

جمال مقدس

حسن و جمال، دلکشی اور رعنائی سے عام طور پر ظاہری خوبصورتی مراد لی جاتی ہے اس ظاہری حسن کے بنیادی اجزاء میں نقوش اور رنگت کے حسن امتزاج اور ان کے توازن واعتدال کے ساتھ ساتھ اس کا ہر قسم کے داغ، دھبے اور عیب سے پاک ہونا بھی لازمی ہے۔ تب ہی وہ چیز کسی کی نگاہ میں پسندیدگی کا مقام حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن جو چیز آنکھ ہی کو نہ بھائے وہ بھلا کسی کے دل میں کیوں کر سماسکتی ہے۔ تمام حسن کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ساری کائنات میں بکھری ہوئی تمام خوبصورتیاں اسی کی حسین ذات کا ایک ادنی سا مظہر ہیں۔ لیکن اس نے حضرت انسان کو اپنا شاہکار بنا کر اسے خوبصورت ترین تخلیق قرار دیا اور اسے اپنا نائب بھی مقرر کیا۔

اللہ پاک نے اس بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ حسین و جمیل وشکیل اور خوبصورت اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بنایا جو اکمل ترین انسان ہیں اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کو بے مثال ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ ایسے حسین سیرت و کردار اور اعلیٰ ترین اوصاف واخلاق عطا فرمائے کہ جن سے سارا زمانہ تا قیامت روشنی حاصل کرتا رہے گا۔ انشاءاللہ

حکم خدا

❶ ہم نے انسان کو ہر لحاظ سے بہترین پیمانے پر تخلیق کیا ہے۔

(سورۃ التین:۴)

❷ اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر حکمت پیدا کیا اور اسی نے تمہاری صورتیں بھی پاکیزہ (حسین و جمیل) بنائیں اور اسی کی طرف (تمہیں) لوٹ کر جانا ہے۔ (سورۃ التغابن:۳)

❸ اور ہم نے ہی آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کیلئے اسے سجادیا۔ (سورۃ الحجر:۱۶)

❹ اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔

(سورۃ الاعراف:۳)

فرمان رسول ﷺ

❶ صاف ستھرے رہا کرو کہ اسلام پاکیزہ مذہب ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ کو گندہ میلا بدن اور الجھے غبار آلود بال ناپسند ہیں۔

(ترمذی)

❸ اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حسن غوث اعظم

سیدنا غوث اعظم کو اللہ پاک نے حسن سیرت کے ساتھ بے پناہ حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔آپؒ انتہائی حسین وجمیل تھے آپ کا قد درمیانہ ،سینہ کشادہ اور رنگ گندمی تھا۔آنکھیں سرمگیں اور نور معرفت سے روشن،بھویں باریک ملی ہوئی ۔سر بڑا اور دماغ عالی ،داڑھی اور سر کے بال نہایت ملائم اور چمکدار تھے ۔داڑھی مبارک بہت گاڑھی اور خوبصورت تھی ۔سر کے بال کان کی لو تک رہتے تھے ،دانت ہر آلائش سے پاک موتیوں کی طرح دمکتے تھے ۔رخساروں کی رنگت شہابی تھی اور چہرہ کتابی،ناک ستواں تھی ،ہونٹ مبارک پتلے اور دلآویز۔ جب بات کرتے تو گویا منہ سے پھول جھڑتے ،آواز اتنی بلند کہ اس زمانے میں لاوڈ اسپیکر نہ ہونے کے باوجود ستر ہزار کے مجمع میں دور ونزدیک ہر ایک تک یکساں پہنچتی تھی ۔ہتھیلیاں کشادہ اور نرم تھیں۔ہاتھ پاؤں کی انگلیاں سیدھی اور خوشنما تھیں۔چہرہ مبارک پر نور برستا تھا جس سے یقین ہوجاتا کہ ولی کامل ہیں۔

طبع نفیس اور ذوق لطیف کے مالک تھے۔رسول پاک ﷺ کی طرح خوشبو بہت پسند تھی۔ ہر روز غسل فرماتے اور خوشبو لگا کر عبادت میں مشغول ہوتے ،معمولات اور عادات نہایت پاکیزہ اور پسندیدہ تھے۔

خوفِ خدا

خوفِ خدا خاصہ پیغمبری اور وصف اولیاء اللہ ہے کہ یہ واحد خوف انسان کو ہر دوسرے خوف اور ڈر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ شرک کے مقابلے میں توحید کا یہ ہتھیار سب سے موثر اور کارگر ہے۔ یہی ڈر انسان کے قلب کو گداز کر کے اس میں ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ ایسا انقلاب جس سے فکر و نظر سے لے کر کردار تک سب بدل جاتے ہیں اور باطن کے اندھیروں سے عرفانِ ذات اور عرفانِ حق کا شعور سورج بن کر طلوع ہوتا ہے۔ اشک ندامت سے نامہ اعمال کی سیاہی اور دل و دماغ کی آلائش بھی دھل جاتی ہے۔ اور توبہ واستغفار اور بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

حکم خدا

❶ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (العمران:۱۰۲)

❷ اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ (البقرۃ:۱۹۷)

❸ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہارا ایمان ہے۔ (المائدہ:۸۸)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ سب سے بڑی دانائی اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

❷ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول ﷺ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

❸ حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''جہاں بھی تم ہو اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو۔ وہ اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

حسن عمل

شیخ عبداللہ بن سلمی سے روایت ہے کہ سیدنا غوث اعظمؒ نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا زمانہ طالب علمی میں آپؒ فاقے کی حالت میں ایک روز محلّہ شرقیہ سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ آپ کے ہاتھ میں دے کر کہا ''نانبائی کی دکان پر جاؤ'' جب آپؒ یہ کاغذ لے کر نانبائی کی دکان پر پہنچے تو اس نے وہ کاغذ رکھ لیا اور آپ کو روٹی اور حلوہ دے دیا۔ آپؒ یہ روٹی اور حلوہ لے کر اس بے آباد مسجد میں

چلے گئے جہاں اپنا سبق دہرایا کرتے تھے۔ابھی سوچ رہے تھے کہ یہ روٹی اور حلوہ کھائیں یا نہ کھائیں کہ اچانک آپؒ کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جو کہ دیوار کے سائے میں پڑا تھا۔

آپؒ نے اسے اٹھا کر پڑھا تو اس پر لکھا تھا۔

''اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ میں سے ایک کتاب میں فرمایا تھا کہ اللہ کے شیروں کو دنیاوی لذتوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ خواہشیں اور لذتیں تو کمزوروں اور ضعیفوں کیلئے ہوتی ہیں تا کہ وہ ان کے ذریعے عبادت الٰہی پر قادر ہوں۔''

یہ پڑھتے ہی سیدنا غوث اعظمؒ کے بدن پر خوف خدا سے کپکپی طاری ہوگئی۔آپؒ نے روٹی اور حلوا کھانے کا خیال ترک کیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے وہاں سے چلے آئے۔

درگزر

عفو درگزر راعلیٰ ترین اخلاقی صفات میں سے ہیں کسی کو معاف کردینے کیلئے بڑے ہی بلند اخلاق اور عالی ظرف کی ضرورت ہوتی ہے یہ وصف رسول پاک ﷺ کی ذات بابرکات میں اپنے نقطہ عروج پر تھا۔ سیدنا غوث اعظمؒ نے رسول پاک ﷺ کی سنت کی پیروی میں عفوودرگزر کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھا۔

حکم خدا

❶ اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔(العمران:۱۳۴)

❷ اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔(الاعراف:۹۹)

❸ اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔(الشوریٰ:۴۳)

❹ اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (اس معاملے کو) درست کردے تو اس کا بدلہ خدا کے ذمے ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(الشوریٰ:۴۰)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ جب تو اپنے دشمن پر انتقام کی قدرت رکھتا ہو تو اس قدرت کے شکریے میں تو انتقام سے درگزر کر اور اس کو معاف کر دے۔

❷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو، بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔''

(بخاری، مسلم)

حسن عمل

سیدنا غوث اعظمؒ کے زمانہ طالب علمی میں بغداد میں اتنا شدید قحط پڑ گیا کہ لوگ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھرنے پر مجبور ہو گئے آپؒ تو پہلے ہی اناج کی بجائے خود رو سبزیاں کھاتے تھے۔ اب وہ بھی ملنی مشکل ہو گئیں کیونکہ فاقے کے مارے لوگ ہر چیز چٹ کر جاتے تھے۔ آپؒ ساگ پات کی تلاش میں دجلہ کے کنارے جاتے تو وہاں پہلے ہی قحط کے مارے لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ آپؒ کمال صبر و شکر کے ساتھ واپس تشریف لے آتے کہ روزی کی خاطر لڑائی جھگڑا آپؒ کا شیوہ نہ تھا آپؒ کے کئی کئی روز فاقے میں گزر جاتے۔

اسی حالت میں بغداد کی ایک منڈی کی مسجد کے پاس پہنچے تو بھوک کی شدت اور مسلسل فاقے کی کمزوری سے چکرا گئے۔ لڑکھڑاتے

ہوئے مسجد کے ایک گوشے میں جا بیٹھے تھوڑی ہی دیر میں آپؓ کے سامنے آ بیٹھا اور اسے کھانے لگا۔ آپؓ کا بھی کھانے کو بہت جی چاہا مگر آپؓ نے اپنے نفس کو ملامت کی اور اپنی خواہش پر قابو پالیا اور مطمئن ہو کر اس شخص سے بے نیاز ہو گئے۔ اس شخص کی آپؓ پر نظر پڑی تو اس نے بڑے اصرار سے آپؓ کو کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ آپؓ نے مسلسل انکار کیا لیکن بالآخر اس کی دلآزاری کے خوف سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔

باتوں باتوں میں باہمی تعارف ہوا تو وہ شخص یہ جان کر سخت بے چین ہو گیا کہ آپؓ ہی شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اس نے آبدیدہ ہو کر کہا ''بھائی میں نے تمہاری امانت میں خیانت کی ہے خدا کیلئے مجھے بخش دو''

حیرت سے آپؓ نے فرمایا: ''بھائی کیسی امانت اور کیسی خیانت اپنی بات کی وضاحت کرو۔''

اس پر اس شخص نے جواب دیا:

''بھائی آپؓ کی والدہ نے آپ کیلئے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے تھے۔ میں کئی روز تک آپؓ کو تلاش کرتا رہا تا کہ یہ امانت آپ تک پہنچا دوں لیکن آپؓ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اس وجہ سے بغداد میں میرا قیام طول پکڑ گیا اور میرے ذاتی پیسے ختم ہو گئے اور فاقوں تک نوبت آ پہنچی۔ دو تین روز تو صبر کیا آخر بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر آپؓ کے پیسوں

سے یہ کھانا خرید لیا جواب ہم کھا رہے ہیں۔ یہ خیانت بڑی مجبوری میں ہوئی ہے خدا کیلئے مجھے اس گناہ عظیم کیلئے بخش دو۔“

آپؒ نے اس شخص کو گلے لگایا اور اس کے خلوص نیت کی تعریف کی اور اسے تسلی دی صرف اسی درگزر پر بس نہیں کی بلکہ کچھ دینار اور بچا ہوا کھانا دے کر اسے بڑی محبت کے ساتھ رخصت فرمایا:

سیدنا غوث اعظمؒ اپنے شاگردوں اور دوسرے لوگوں کی غلطیوں سے ہمیشہ درگزر فرماتے کہ آپؒ عفوو کرم کا پیکر جمیل تھے۔ کسی پر ظلم ہوتا دیکھتے تو آپؒ کو جلال آ جاتا۔ لیکن اپنے ذاتی معاملے میں کبھی غصہ نہ آتا اگر انسانی تقاضے سے غصہ آ بھی جاتا تو ”خدا تم پر رحم فرمائے“ سے زیادہ کچھ نہ کہتے اگر کوئی شخص کسی معاملے میں حلف یا قسم اٹھا لیتا تو آپ یقین کر لیتے خواہ حقیقت حال کچھ ہی کیوں نہ ہو تعلقات کا بے حد لحاظ فرماتے طلبہ کی باتوں کو برداشت کرتے اور ان کے اکتا دینے والے سوالات کا نہایت تحمل اور بردباری سے جواب دیتے۔ چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی عزت آپ کا شعار تھا سلام میں ہمیشہ پہل فرماتے۔

آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے:

”اگر برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے تو یہ دنیا خونخوار درندوں کا گھر بن جائے۔“

رزق حلال

زندگی اور رزق دونوں لازم وملزوم ہیں جو پاکیزہ چیزیں انسانی فطرت کیلئے انتہائی موزوں اور مفید تھیں۔ان کو اللہ پاک نے انسان کیلئے رزق طیب قرار دیا۔رسول پاک ﷺ نے مختلف غذاؤں کے مزاج کو مدنظر رکھ کر ان کے اکٹھے استعمال کو مفید یا مضر قرار دیا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے نہ صرف بھوک رکھ کر کھانے کی تلقین فرمائی بلکہ اس میں سے ہمسائے یتیم وغریب کا حصہ بھی ضروری ٹھہرایا لیکن یہ ساری روزی حلال ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ یہ محنت ومشقت کی کمائی ہو نہ کہ چوری، ڈاکے، رشوت، غبن یا بھیک کی۔

حکم خدا

❶ پس خدا نے تم کو جو حلال طیب رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اور اسی کی عبادت کرتے رہو۔(النحل:۱۱۴)

❷ اور جو حلال طیب روزی خدا نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور خدا سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔(المائدہ:۸۸)

۳ لوگو! جو چیزیں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرۃ:۱۶۸،۱۶۹)

فرمان رسول ﷺ

۱ ''جھوٹ بولنے سے رزق گھٹ جاتا ہے۔'' (ابوہریرۃ، بخاری، مسلم)

۲ ''اگر تم اللہ پر بھروسہ رکھو جیسا کہ بھروسہ رکھنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح روزی پہنچائے جیسے پرندوں کو روزی پہنچاتا ہے کہ ہر صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''

(عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، مشکوۃ، ترمذی، ابن ماجہ)

۳ ''جسے اس کی خواہش ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور عمر میں زیادتی ہو تو (وہ) رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔'' (عن انس رضی اللہ عنہ، بخاری)

۴ ''جب خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو مال عطا فرمائے تو اس کو چاہیئے وہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے اور پھر اپنے گھر والوں پر۔

(عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ، مسلم)

۵ سب سے بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور محتاج چھوڑ دیئے جائیں اور جو شخص بلا عذر دعوت ولیمہ قبول نہ کرے اس نے خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔

(عن ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، صحیحین)

❻ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان اس مال کے متعلق جو اس نے حاصل کیا ہے۔ پرواہ نہ کرے گا کہ وہ حلال ہے یا حرام (بخاری)

حسن عمل

اس زمانے کا دستور تھا کہ فصل کٹنے کے موسم میں بغداد کے کچھ طالب علم نواحی گاؤں میں چلے جاتے اور وہاں سے اناج مانگ کر لاتے اس وقت لوگ طلباء کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور حسب توفیق بخوشی کچھ غلہ ان کو دے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ طلباء اصرار کر کے سیدنا غوث اعظمؒ کو بھی اپنے ساتھ قریبی گاؤں یعقوبا لے گئے۔ اس گاؤں میں ایک بزرگ شریف یعقوبی رہتے تھے۔ سید عبدالقادر جیلانی ان کی زیارت کیلئے گئے تو انہوں نے آپؒ کی نورانی پیشانی دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ آپ کس درجہ ولایت پر ہیں۔

اور فرمایا: ''بیٹے طالبان حق اللہ کے سوا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ تم بندہ خدا معلوم ہوتے ہو اس طرح غلہ مانگنا تمہارے شایان شان نہیں'' حضرت غوث اعظمؒ نے اس نصیحت کا گہرا اثر لیا کہ اس واقعے کے بعد نہ تو اس قسم کے کام کیلئے کہیں گئے اور نہ ہی کبھی کسی کے آگے دست سوال دراز کیا۔

عاجزی وانکساری

انکساری اور عاجزی بندگی کی علامت ہیں یہ تکبر اور غرور کی نفی ہیں یہی خدا کی بڑائی اور بزرگی کو تہہ دل سے تسلیم کرنے کا نام ہے اور یہی معراج بشریت ہے اور یہی عظمت آدم۔

حکم خدا

① خدا تکبر کرنے والے اور بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ (النساء:۳۶)

② اور جو رحمٰن کے بندے ہیں وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔
(الفرقان:۱۹/۶۲)

③ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ (الحج:۳۴،۳۵)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''تکبر کرنے والا اور چھوٹی شیخی بگھارنے والا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

❷ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''اپنے سے کم درجے والوں کو دیکھو بڑے درجے والوں کو نہ دیکھو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو گے۔ (مسلم)

عاجزی اور انکساری سیدنا غوث اعظمؒ کی شخصیت کی نمایاں صفت تھی۔ اگر کوئی بچہ بھی آپؒ سے مخاطب ہو کر بات کرتا تو آپؒ ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ نادار لوگوں کو گلے لگاتے۔ فقرا کے کپڑے صاف کرتے اور ان کی جوئیں نکالتے۔ گھر کا سودا سلف خود بازار سے خرید کر لاتے۔ اگر بیوی بیمار ہوتی تو خود اپنے ہاتھ سے آٹا پیستے پھر گوندھتے اور روٹیاں پکا کر بچوں کو کھلاتے۔ اپنے کندھے پر پانی کا گھڑا رکھ کر کنویں سے پانی لے آتے۔ اگر سفر میں ہوتے تو وہاں خود ہی کھانا پکاتے اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم فرماتے۔ نوکر عرض کرتے کہ یہ کام ہمیں کرنے دیجئے۔ آپؒ ہرگز نہ مانتے اور فرماتے ''اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں یہ کام کرلوں۔'' ایک بار ایک گلی میں چند بچے کھیل رہے تھے کہ آپؒ کا

وہاں سے گزر ہوا ایک بچے نے آپؒ کو روک لیا اور کہا کہ میرے لئے ایک پیسے کی مٹھائی بازار سے خرید لائیے۔ آپؒ کے ماتھے پر بل تک نہ آیا آپؒ نے فوراً بازار جا کر بچے کو ایک پیسے کی مٹھائی لا کر دی۔ اسی طرح کئی دوسرے بچوں نے آپؒ سے مٹھائی لانے کی فرمائش کی اور آپؒ نے ہر ایک بچے کی خواہش پوری کر دی۔

ایک مرتبہ آپؒ خچر پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے انہوں نے آپؒ کو کھانے میں شرکت کی دعوت دے دی۔ آپؒ خچر سے اتر پڑے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا اور فرمایا ''تکبر اللہ کو ناپسند ہے۔''

لیکن آپؒ کا یہ عجز و انکسار صرف عوام فقراء غربا و مساکین اور بچوں کیلئے تھا۔ بادشاہ امیروں، وزیروں اور حکام کیلئے آپؒ کو وہ وقار تھے اور ان کے سامنے عاجزی و انکساری کو اپنے مسلک کے خلاف سمجھتے تھے۔

علم و تعلیم

نسل انسانی کی تعلیم وتربیت تمام انبیائے کرام کا فرض منصبی تھا۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ پر اللہ پاک نے اپنے دین کی ابتداء ہی ''پڑھ! اپنے رب کے نام کے ساتھ'' کے الفاظ سے فرمائی۔ گویا دین فطرت کی ابتداء ہی علم و تعلیم سے ہوئی۔ علم کی اسی اولین اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر معلم انسانیت نے تعلیم و تدریس دین اور اخلاقی تربیت کی روشن ترین مثالیں پیش کیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا انداز تعلیم بہت دلپذیر اور دل نشین ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی ہر بات مختصر، مدلل، پرمعنی جامع اور واضح ہوتی تھی۔ آپ ﷺ بڑے نرم لہجے اور شفقت کے ساتھ نہایت آسان الفاظ میں دین سکھاتے تھے اور زیادہ اہم باتوں کو ذہن نشین کرانے کی خاطر دہراتے بھی تھے۔ صداقت ہمیشہ آپ ﷺ کے کلام کی روح ہوتی تھی۔ بلا شبہ معلم اخلاق اور معلم انسانیت کا منصب آپ ﷺ ہی کو زیب دیتا ہے۔

حکم خدا

(1) اے محمد! پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے

والا ہے۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔ (العلق:۱تا۵)

❷ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں۔ (الزمر:۹)

❸ اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ (نحل:۴۳)

❹ آپ ﷺ کہیں اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دے۔ (طٰہٰ:۶)

❺ اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بڑھاتا ہے۔ (المجادلہ:۱۱)

❻ جو کچھ آپ ﷺ نہ جانتے تھے وہ سب اللہ نے سکھایا اور اللہ کا فضل آپ ﷺ پر عظیم ہے۔ (النساء:۱۱۳)

❼ رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ (الرحمان:۱تا۴)

فرمان رسول ﷺ

❶ علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ)

٢ جب اپنے بچے کو بولنا سکھاؤ تو سب سے پہلے اسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی اسی کلمے کی تلقین کرو۔

٣ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اچھی تعلیم وتربیت ہے۔ (مشکوٰۃ)

٤ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے نکلے وہ جب تک گھر نہ لوٹے اللہ کے راستے میں ہے۔ (ترمذی)

٥ جس علم سے نفع نہ پہنچے وہ اس خزانے کی مانند ہے جسے راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔

٦ علم وحکمت کی بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے جہاں کہیں پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

٧ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں جن کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ صدقہ جاریہ۔ علم نافع جس سے لوگ فائدہ اٹھارہے ہوں اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہو۔ (عن ابوہریرۃ، مسلم)

علم وتعلیم وتربیت وتدریس

آپ کو درس وتدریس اور تعلیم وتربیت سے گہری دلچسپی تھی سیدنا غوث اعظمؓ کا معمول تھا کہ نماز صبح سے فارغ ہوکر آپؓ مدرسے تشریف

لے جاتے اور طلباء، خدام اور دوسرے لوگوں کو شریعت وطریقت کی تعلیم دیتے ۔قرآن وحدیث ،فقہ اور دیگر درسی کتابوں کا درس دیتے روزانہ ایک سبق تفسیر،ظہر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تجوید کی تعلیم دی جاتی ۔ اور شام کو پھر صبح کی طرح کا درس ہوتا۔اس کے ساتھ ساتھ فتویٰ بھی جاری فرماتے رہتے ۔ ہفتہ میں عام طور پر تین مرتبہ مجلس وعظ منعقد ہوتیں ۔جن میں لوگ اتنے ذوق وشوق سے شریک ہونے لگے کہ ہجوم کے باعث شہر سے باہر عیدگاہ میں آپؒ کا منبر رکھا جانے لگا۔

۵۲۸ ہجری میں آپؒ نے باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز کیا تو دور دراز سے لوگ آپؒ سے علوم شریعت وطریقت کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کیلئے جوق در جوق آنے لگے۔آپؒ پوری توجہ سے انہیں تعلیم دینے لگے۔چند ہی سالوں کے اندر آپؒ کے شاگرد اور عقیدت مند تمام عراق،عرب،شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے۔

عیادت

بیماری میں انسان کی بے بسی اور مایوسی کے پیش نظر تندرست انسانوں پر اس کی عیادت ۔مزاج پرسی اور تیمارداری لازم ہے۔ بیمار پرسی اور مریض کی خدمت سنت رسول ﷺ ہے۔ دکھی انسانیت کی خدمت دین اسلام کا بنیادی تقاضا ہے کہ یہ دین فطرت ہے اس لئے بیماروں کی نگہداشت اوران کیلئے شفا کی بشارت وخوشخبری ہم سب پر واجب ہے کہ اسی میں سب کیلئے سامان سکون ہےاور کوئی بھی کسی وقت بیمار پڑسکتا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

1. بھوکے کوکھانا کھلاؤاور مریض کی عیادت کرو۔

(عن ابوموسیٰ اشعری، بخاری شریف)

2. رسول پاک ﷺ نے فرمایا: بیمار کی بیمار پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤاور قیدی کوچھڑاؤ۔(بخاری)

3. رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی کی مزاج پرسی کو جاؤ تو

اس کو تسکین دو اور اس کے رنج و غم کو دور کرو۔ یہ تسلی و تشفی اگرچہ حکم الٰہی کو نہیں روکتی لیکن مریض کے دل کو خوش ضرور کر دیتی ہے۔ (عن ابو سعید، ترمذی)

4 جب کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ واپس نہیں آتا، جنت کی کھڑکی میں رہتا ہے۔

(عن ثعبان رضی اللہ عنہ، مسلم و مشکوٰۃ شریف)

5 رسول پاک ﷺ کے فرمان کے مطابق اجر و ثواب کے اعتبار سے افضل عبادت یہ ہے کہ مریض کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرا جائے۔

(عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ، فتح الکبیر)

6 تم مریض کی عیادت کیا کرو اور اس سے درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کیونکہ مریض کی دعا بلاشبہ مقبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(عن انس رضی اللہ عنہ، الترغیب والترہیب)

7 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق رسول پاک ﷺ مریض کی عیادت کے وقت یہ دعا فرماتے تھے ''اے لوگوں کے پروردگار! اس کی تکلیف دور کر دے، اسے شفا بخش دے کہ تو شفا بخشنے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا (دینے والا) نہیں۔ ایسی شفا عطا

فرما جو کوئی بیماری نہ چھوڑے۔'' (بخاری شریف)

حسن عمل

بیمار پرسی اور مریضوں کی عیادت کا جس قدر ثواب اور درجہ رتبہ ہے۔ سیدنا غوث اعظمؒ اس سے پوری طرح آگاہ تھے اس لئے آپ مزاج پرسی مریضاں کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

مریضوں کی عیادت کیلئے آپ اکثر وبیشتر ان کے گھر چلے جاتے۔ مریض کو تسلی وتشفی دیتے اور اس کی صحت کیلئے دعا فرماتے، دوسروں کو بھی عیادت کی نصیحت فرماتے۔

آپ کے روزانہ ملاقاتیوں میں سے اگر کوئی شخص غیر حاضر ہوتا تو بے چین ہو جاتے اور فرماتے کہ جاؤ اس کی خیریت معلوم کرو۔

اگر اطلاع ملتی کہ وہ بیمار ہے تو اس کی عیادت کی خاطر اس کے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ کے اسی حسن اخلاق کی بدولت لوگ آپ کے گرویدہ اور جانثار بن گئے تھے۔

غریب پروری

غریب کی امداد کا تصور کوئی نیا نہیں۔ انسانی ہمدردی کا جذبہ تو ایک فطری بات ہے اور جو اس احساس سے محروم ہو وہ انسان کیونکر کہلا سکتا ہے۔ انسان کو تو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ دکھ درد میں دوسروں کے کام آئے۔ دور جدید میں بھی خدمت خلق پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔

اور اگر یہ کام بے لوث اور مخلص ہو کر کیا جائے تو یقیناً بہت عظیم ہے لیکن اتنے مقدس کام کو ذاتی شہرت اور نمود و نمائش کیلئے استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ضرورتمند شخص کو اپنے سے کم تر سمجھنا چاہئے کیونکہ ایسا وقت کسی پر بھی آ سکتا ہے۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا ”میں ہاشم کا پوتا ہوں جو غریبوں اور امیروں کی یکساں مدد کیا کرتا تھا اور غریبوں کو حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ رسول پاک ﷺ ایک اندھی عورت کے گھر روزانہ اس کا کھانا پہنچاتے رہے۔ ایک بوڑھی عورت کو مشکل میں پایا تو بے جھجک اس کا بوجھ اٹھا کر منزل تک پہنچا دیا۔

حضرت غوثِ اعظم بھی ساری زندگی رسول پاک ﷺ کی اسی سنت پر کاربند رہے۔

حکم خدا

❁ پس (اے مومن) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور غریب ومسافر کو (اس کا حق) یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی پانے والے ہیں۔ (سورۃ الروم: ۳۸)

❁ یہ وہ نیک لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوگی اللہ کی محبت میں مسکین (غریب) اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور (ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ کوئی شکریہ۔ (سورۃ الدھر ۷ تا ۹)

فرمان رسول ﷺ

❶ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ بیواؤں اور غریبوں کے حق میں کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا دن میں ہمیشہ روزہ رکھنے والا اور شب بیداری کرنے والا۔ (عن ابو ہریرۃ، صحیحین)

❷ اور جو کوئی بندہ جب تک اپنے کسی بھائی کی امداد واعانت کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہے گا۔ (ابی داؤد، جامع ترمذی)

❸ ارشاد نبوی ہے ''اچھا معاشرہ وہ ہے جس میں دینے والے ہوں اور لینے والا کوئی نہ ہو۔''

ارشاد غوثِ اعظمؒ

❶ غریبوں کو کھانا کھلانے میں مجھے حقیقی مسرت ہوتی ہے اگر دنیا میرے ہاتھ میں ہوتی تو سب بھوکوں کو کھانا کھلانے میں صرف کر دیتا۔

❷ ''امیروں کی ہم نشینی کی آرزو تو ہر شخص کرتا ہے۔ان غریبوں کی محبت کسے نصیب ہوتی ہے۔

حسن عمل

حضرت غوثِ اعظمؒ غریبوں اور مسکینوں کیلئے سراپا رحمت تھے۔ ان سے آپ بے حد محبت کرتے ،انہیں اپنے ساتھ بٹھاتے ،کھانا کھلاتے اور جو بھی خدمت ممکن ہوتی کرتے۔ بے شمار غرباء اور مساکین آپ کی توجہ سے درجہ ولایت تک پہنچے جب آپ گھر سے نکلتے تو کوئی خستہ حال لوگ آپ کو راستے میں روک لیتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے ان کی درخواست قبول فرماتے اور بڑے خضوع وخشوع سے دعا مانگتے اور اپنے راستہ میں روکے جانے کا ہرگز برا نہ مانتے۔غربا کی خدمت کو آپ نے اپنا معمول بنالیا تھا۔

قزاقوں کے واقعے کے بعد سارے راستے میں آپ کے قافلے کو کوئی دقت پیش نہ آئی اور وہ بخیر وعافیت بغداد پہنچ گیا۔

آپ اتنے بڑے شہر میں بالکل اجنبی تھے والدہ کے دیئے ہوئے چالیس دینار تو کب کے خرچ ہو چکے تھے اور اب دولت فقر کے سوا کچھ بھی پاس نہ تھا۔ بیس دن فاقوں میں گزر گئے تو راستے میں جیلان کے ایک شخص سے ملاقات ہوگئی جو خود آپ ہی کی تلاش میں تھا۔ اس نے آپ کو سونے کا ایک ٹکڑا دیتے ہوئے کہا ''اے عبدالقادر! خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئے اور میں امانت کے بوجھ سے سبکدوش ہوا یہ سونے کا ٹکڑا تیری والدہ نے تیرے لئے بھیجا ہے۔''

آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سونے کا یہ ٹکڑا لے کر فوراً ایوان کسریٰ کے کھنڈروں میں جا پہنچے جہاں ستر اولیاء اللہ کو رزق حلال کی تلاش میں آپ پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ سونے کا تھوڑا سا حصہ اپنے پاس رکھ کر باقی سب ان مردان حق کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کردیا ''میری غیرت نے یہ برداشت نہیں کیا کہ آپ روزی کی تلاش میں مارے مارے پھریں اور میں آسودہ زندگی گزاروں۔ اس لئے میں اپنی والدہ کا بھیجا ہوا یہ سونا آپ کیلئے لے آیا ہوں۔

پھر آپ بغداد گئے، اپنے حصے کے سونے سے کھانا خریدا اور باآواز بلند سب فقرا کو آواز دی۔ جب بہت سے فقراء آ گئے تو سب نے مل کر کھانا کھایا۔

فیاضی

فیاضی اور سخاوت کے اوصاف انسان میں ایثار وقربانی کا ایسا جذبہ پیدا کرتے ہیں جو اسے خدمت خلق کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دینے کا حوصلہ بخشتے ہیں اور خود غرضی، حرص وطمع اور لالچ کی دلدل سے نکال کر اسے اللہ تعالیٰ کی نیابت کا اعلیٰ مقام عطا کرتے ہیں۔ اس لئے سخاوت کا شمار اوصافِ حمیدہ میں کیا جاتا ہے۔ گو حاتم طائی کی سخاوت زمانے بھر میں مشہور ہے لیکن رسول پاک ﷺ کی زندگی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ سخی انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ حاتم طائی کی زندگی میں کسی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے قرض لینے کی کوئی مثال نہیں ملتی لیکن رسول پاک ﷺ کی زندگی میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

حکم خدا

❶ تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ راہ خدا میں اپنی چیز خرچ نہ کرو۔ (آل عمران:۴/۹۲)

❷ سو جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرو اور (اس کے احکام) کو سنو اور (اس کے) فرمانبردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے

لوگ ہی راہ پانے والے ہیں۔ (سورۃ التغابن:١٦)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کے مطابق رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو اور میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔ (بخاری ومسلم)

❷ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت ہے کہ اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن کی تم پرورش کرتے ہو اور بہترین صدقہ وہ ہے جو کچھ دولت بچا کر کیا جائے اور جو محتاط رہنا چاہے گا اللہ اس کو محتاط رکھے گا اور جو استغنا چاہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا۔ (بخاری)

ارشادِ غوث اعظم

''میرے ہاتھ میں پیسہ بالکل نہیں ٹھہرتا۔ اگر صبح میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک بھی نہ بچے۔''

حسنِ عمل

سیدنا غوث اعظمؒ مجسمہ فیاضی وسخاوت تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ضرورت مندوں پر بیدریغ خرچ کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کا حکم تھا کہ رات کو وسیع دستر خوان بچھے۔ خود مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

کھاتے۔ اگر شاگردوں کی طرف سے کوئی تحفے آتے تو انہیں اپنے پاس رکھنے کی بجائے غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپ کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے۔

❁ آپ اپنے زمانے کے علماء جیسا لباس پہنتے تھے لیکن اس کا کپڑا بہت نفیس اور قیمتی ہوتا تھا۔ شاید ہی آپ نے کبھی ایک اشرفی فی گز سے کم قیمت کا کپڑا پہنا ہو۔ کپڑے کے تاجر دور دراز سے آپ کیلئے قیمتی ملبوسات لاتے تھے۔ لیکن اتنی نفیس اور گراں قیمت پوشاک آپ ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنتے تھے ہر روز نیا لباس تبدیل فرماتے اور پہلا لباس کسی غریب کو دے دیتے۔ ایک بار ایک دستار کئی ہزار اشرفیوں کی خریدی اور اسے تھوڑی دیر باندھ کر اتار دیا اور اسے مساکین کو خیرات میں دے دیا۔ اسی طرح ہر جمعے کو نیا جوتا پہنتے تو اور پہلا غریبوں کو دے دیتے جو نہایت قیمتی ہوتا۔ قیمتی لباس اور جوتے کا مقصد غریبوں مسکینوں کی خدمت تھا۔

❁ ایک مرتبہ ایک پریشان حال فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آزردگی کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کیا ''آج میں دریا کے کنارے گیا اور ملاح سے کشتی پر بٹھا کر دوسرے کنارے پر لے جانے کیلئے کہا لیکن اس نے میری غریبی کے سبب انکار کر دیا۔''

ابھی اس نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ ایک شخص تیس دینار آپ

کی خدمت میں بطور ہدیہ نذرانہ لایا۔

آپ نے فوراً یہ تیس دینار اس فقیر کو دیدیئے اور فرمایا:

''اب اس ملاح کے پاس جاؤ اور اسے دے کر کہہ دے کہ آئندہ کبھی کسی فقیر کا سوال رد نہ کرنا۔ پھر اپنی قمیض بھی اتار کر اس فقیر کی نذر کر دی۔ وہ اسے لے جانے میں ہچکچایا تو اسے بیس دینار دے کر پھر قمیض خرید لی۔''

❁ سفر حج کے دوران آپ نے قصبہ حلہ میں قیام فرمایا تو ایک شخص سے دریافت کیا کہ اس قصبے میں سب سے زیادہ نادار کون شخص ہے اس نے ایک مفلس وقلاش بوڑھے کا پتہ بتایا تو آپ سیدھے اس کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس کے مکان میں قیام کی اجازت طلب کی۔ شدید غربت کے باوجود عربوں کی روایتی مہمان نوازی کے مطابق اس نے آپ کا بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

آپ اس کی کٹیا میں قیام پذیر ہو گئے تو آپ کی آمد کی خبر تمام حلہ میں پھیل گئی۔ تمام لوگ تحفے، ہدیے اور نذرانے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے جنہیں آپ نے بخوشی قبول فرمایا آپ نے وہ ہدیے سب کے سب اس حاجتمند بوڑھے کی نذر کر دیئے اور خود رات گزار کر مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ چند سالوں میں وہ بوڑھا مال و دولت میں تمام اہل حلہ سے بڑھ گیا اور یہ سب ہوا آپ کی سخاوت کی بدولت۔

فصاحت

فصاحت وبلاغت قادر الکلامی یعنی قدرت بیان اللہ پاک کا خصوصی انعام ہوتے ہیں بلا شبہ اپنے دل کی بات (**مافی الضمیر**) کا اظہار کرنے پر قادر ہونا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔تاریخ انسانی شاہد ہے کہ قیادت اور فصاحت کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اکثر بڑے آدمی شعلہ نو اخطیب اور قادر الکلام مقرر ہوگزرے جو اپنے پرزور دلائل اور تقریر دلپذیر سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں اور خود ان کی قیادت سنبھال لیتے ہیں علماء کرام نے فصاحت وبلاغت کو علم کی روشنی پھیلانے کیلئے استعمال کیا۔ پیغمبروں کا تو منصب ہی اللہ پاک کی ہدایات کو خوش اسلوبی سے انسانوں تک پہنچانا ہے۔اس لئے قدرت بیان کا وافر حصہ انہیں عطا ہوا۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب پاک پر تمام نعمتوں کا کمال واختتام فرمادیا اور رسول پاک ﷺ کو جوامع الکلم عطا کئے۔آپ ﷺ کو تمام عربوں سے بھی زیادہ **فصیح اللسان (افصح العرب)** بنادیا۔آپ ﷺ کا کلام ہمیشہ بے ساختہ سادہ اور انتہائی جامع ،مدلل وموثر ہوتا تھا۔آپ ﷺ کا

انداز خطابت اتنا منفرد، متوازن اور پر تاثیر ہوتا تھا کہ وہ ہر زمانے کے خطیبوں اور مقررین کیلئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔

حکم خدا۔

❶ اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ جو بات کہیں خوش کلامی کے ساتھ ہو۔ (اسراء:۵۳)

❷ اور ہم نے (داؤد کو) دانشمندی اور قادر الکلامی وفصاحت سے سرفراز کیا۔ (ص:۲۰)

❸ اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر جو اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ انہیں (احکام خدا) کھول کھول کر بتا دے۔ پھر خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (ابراہیم:۴)

❹ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (المزمل:۴)

❺ اے پیغمبر ﷺ ! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق (فصاحت و بلاغت) سے ان سے مناظرہ کرو اور جو اس کے راستے سے بھٹک گیا۔ تمہارا پروردگار اسے خوب جانتا ہے اور جو (سیدھے) راستے پر چلنے والے ہیں (وہ) ان سے بھی خوب واقف ہے۔ (النحل:۱۲۵)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ ''مرد کی وجاہت اس کی زبان کی فصاحت ہوتی ہے۔''

❷ ''خوش کلامی جنت کی اور بدکلامی دوزخ کی نشاندہی کرتی ہے۔''

❸ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے جامع کلمات (قادرالکلامی، فصاحت و بلاغت اور قدرت بیان) عطا کئے ہیں۔''

❹ ''لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کیا کرو۔''

❺ ''حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظمؒ کو حالت خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت ہوئی تو پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اے عبدالقادر! تم لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے۔''

انہوں نے عرض کیا'' یارسول اللہ ﷺ! میں ایک عجمی ہوں عرب کے فصحاء کے سامنے کیسے بولوں''

رسول پاک ﷺ نے فرمایا'' اپنا منہ کھولو''

انہوں نے فوراً تعمیل کی تو رسول پاک ﷺ نے سات بار اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور ارشاد فرمایا ''جاؤ! اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ۔''

خواب سے بیدار ہو کر آپؒ نے نماز ظہر پڑھی اور فرمان رسول ﷺ کی تعمیل میں بیٹھ گئے۔ آپ کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر آپ کچھ جھجکے۔ اچانک آپ پر کشف کی حالت طاری ہو گئی۔ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے کھڑے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ وعظ شروع کیوں نہیں کرتے؟

انہوں نے عرض کیا ''بابا جان! میں گھبرا گیا ہوں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اپنا منہ کھولو''

انہوں نے اپنا منہ کھولا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا۔

انہوں نے عرض کی آپ نے سات بار اپنے لعاب دہن سے مجھے کیوں نہیں نوازا۔

شیر خدا نے فرمایا ''یہ رسول پاک ﷺ کا پاس اور ادب ہے''

یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ غائب ہو گئے اور آپ نے وعظ کا آغاز

کر دیا پھر سارا زمانہ آپ کی فصاحت و بلاغت کا مداح بن گیا۔

ابتداء میں سیدنا غوث اعظمؒ نے وعظ و ہدایت کا سلسلہ اپنے استاد محترم کے مدرسے میں شروع کیا۔ سارے بغداد اور گرد و نواح کے لوگ آپ کی تقریر سننے کیلئے ٹوٹ پڑتے تھے اور آپ کی خطابت کی دھوم سارے عراق، شام اور عرب و عجم میں پھیل گئی۔ ہجوم کی وجہ سے مدرسے میں تل دھرنے کو جگہ نہ بچتی اور لوگ مدرسے کے باہر شارع عام پر بیٹھ جاتے۔ لہذا ارد گرد کے مکانات مسمار کر کے مدرسے میں شامل کر دیئے گئے۔ جب یہ عمارت بھی لوگوں کے بے پناہ ہجوم کیلئے نا کافی ہو گئی تو آپ کے جلسہ گاہ کو شہر سے باہر عید گاہ میں منتقل کر دیا گیا جس میں حاضرین کی تعداد اکثر اوقات ستر ہزار سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ آپ ہفتے میں تین بار وعظ فرمایا کرتے تھے۔

ہر خطاب کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوتا تھا اور چار سو افراد آپ کے خطبات قلمبند کرتے تھے اور فیض عام کا یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا۔

آپ کی آواز نہایت گرجدار تھی جو دور و نزدیک بیٹھے ہر شخص تک یکساں پہنچتی تھی۔ رعب کا یہ عالم تھا کہ دوران خطاب کیا مجال کہ کوئی ذرا سی

بات یا حرکت بھی کرے۔ وعظ میں بے حد روانی ہوتی تھی کیونکہ آمد کی کثرت ہوتی تھی۔ بڑے نامور بزرگ آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔آپ کے کلام میں بے پناہ تاثیر تھی اس کے ساتھ ہی شوکت وعظمت اور دلآویزی اور حلاوت بھی تھی۔آپ عارف کامل تھے اس لئے آپ کا ہر وعظ سامعین کے حالات اور ضروریات کے مطابق ہوتا تھا۔ جن میں لوگ پوچھے بغیر اپنے سوالات کے جوابات پاتے تو ان کو روحانی سکون حاصل ہوتا تھا۔

آپ کے خطبات میں حکمت وتدبر کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا تھا۔جس کے جذبے سے بعض لوگ جوش میں آکر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے۔کئی مرتبہ لوگ فرط بے خودی سے بے ہوش ہوجاتے تھے۔کئی دفعہ ایک دو سامعین غشی کی حالت میں واصل بحق ہوگئے۔اکثر حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

بہت سے غیر مسلم بھی آپ کا وعظ سننے کیلئے آتے تھے جو بھی آتا وہ اسلام قبول کئے بغیر نہ رہتا۔دنیا دار اور بھٹکے ہوئے مسلمان آتے تو صراط مستقیم اختیار کرلیتے۔

شیخ ابوالحسن سعدالخیر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں

حاضر ہوا اور سب کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ کا موضوع زھد تھا میرے دل نے چاہا کہ آپ معرفت کے مضمون کو بیان کریں۔ آپ نے زہد چھوڑ کر معرفت کو موضوع سخن بنالیا پھر میں نے کہنا چاہا کہ آپ شوق کے بارے میں بیان فرمائیں تو آپ نے اس موضوع پر تقریر شروع کردی۔ پھر میرے دل نے فنا و بقا کے مسئلے کی وضاحت چاہی تو آپ نے اس مسئلے پر کلام شروع کردیا۔ غرض یہ کہ جو کچھ میرے دل میں سوال پیدا ہوا میرے بغیر اظہار تمنا کئے آپ نے اس موضوع پر مفصل تقریر فرمادی۔ اور پھر آخر میں بلند آواز سے فرمایا ''ابوالحسن تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔'' میں فرط حیرت سے دم بخود رہ گیا اور بے خودی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ آپ کے خطبات کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرما دیتے ہیں اور ان میں بے مثال تازگی اور زندگی محسوس ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس فصاحت رسول کا اعجاز ہے جو خواب میں آپ کو گھٹی میں دی گئی تھی۔

سادگی

سادگی نہایت اعلیٰ اخلاقی صفات میں سے ہے۔ یہ نہ صرف خود اعتمادی کی مظہر ہے بلکہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ بھی۔ اکثر اوقات پرتعیش، پرتکلف اور فیشن ایبل زندگی نہ صرف اسراف کا سبب بنتی ہے۔ بلکہ لالچ، طمع، حرص وہوس، رشوت اور گناہ کے دروازے بھی کھول دیتی ہے۔ اس کے برعکس زندگی میں اعلیٰ مقاصد کے متلاشی سادگی اختیار کرتے ہیں اور اسی میں وقار پاتے ہیں۔

ہمارے رسول پاک ﷺ بے حد سادہ زندگی پسند کرتے تھے اور بے جا تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے۔ کھانے کو جو چیز بھی پیش کی جاتی کھا لیتے۔ پہننے کو جو بھی موٹا جھوٹا پیوند لگا لباس ملتا پہن لیتے تھے۔ زمین چٹائی یا فرش پر جہاں بھی جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے۔

آپ ﷺ کا بستر بھی نہایت سادہ ہوتا تھا۔ چارپائی کھجور کے بان کی بنی ہوتی تھی جس سے جسم پر نشان پڑ جاتے تھے۔ شہ لولاک ہوتے ہوئے بوریا نشین رہنا آپ ﷺ ہی کا حصہ تھا۔ آپ ﷺ کی سنت کی پیروی میں سیدنا غوثِ اعظم نے بھی ہمیشہ نہایت سادہ اور

پروقار زندگی اختیار کی۔

فرمانِ رسول ﷺ

❁ حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا "سادہ زندگی گزارنا ایمان سے ہے۔" (ابوداؤد، حیاۃ المسلمین)

❁ حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا "تنگی سے گزر کرو اور موٹا چلن رکھو اور ننگے پاؤں چلا کرو۔" (جمع الفوائد، طبرانی کبیر اوسط)

حسنِ عمل

حضرت غوثِ اعظمؒ اپنے گھر کا سودا سلف خریدنے کیلئے خود بازار تشریف لے جاتے۔ جب سفر میں جاتے تو منزل پر پہنچ کر اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھتے روٹیاں پکاتے اور اپنے ساتھیوں کو تقسیم فرماتے۔ خادم عرض کرتے کہ حضور ہم یہ کام کرلیں گے آپ تکلیف نہ کریں لیکن آپؒ نہ مانتے اور فرماتے کہ اگر میں کرلوں گا تو کیا حرج ہے؟ جب کبھی آپؒ کی زوجہ محترمہ علیل ہو جاتیں تو آپؒ گھر کا سارا کام خود کرتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے، آٹا گوندھتے، روٹیاں پکاتے اور بچوں کو کھلاتے اکثر اوقات پانی کا گھڑا کندھے پر رکھ کر کنوئیں پر لے

جاتے اور بھر کر لے آتے۔

آپؒ کی خوراک بالکل سادہ تھی اور بہت کم تھی۔ اکثر اوقات دن اور رات میں صرف ایک ہی دفعہ کھانا کھاتے اور بسا اوقات کھانے میں گوشت، گھی اور دودھ چھوڑ دیتے۔

آپؒ کی پیروی میں حضرت کے خلفاء اور مریدوں نے بھی سادہ طرز زندگی اختیار کر لی تھی۔ روکھی سوکھی روٹی ان کی خوراک تھی اور موٹا جھوٹا کپڑا ان کی پوشاک۔ وہ نہ تو کسی امیر کی دعوت قبول کرتے اور نہ قیمتی کپڑے کا تحفہ کسی سے قبول کرتے بادشاہ امراء کی صحبت سے گریز کرتے اور غریبوں کے درمیان بیٹھنے میں خوشی محسوس کرتے۔

ان کے کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے اکثر زمین پر سوتے۔ جو خدام خوشحال تھے ان پر دولت کا کوئی اثر نہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک خوشحال مرید کو کسی مسافر نے مزدور سمجھ کر اپنا بھاری بستر اٹھا دیا تو وہ اسے بخوشی اٹھا کر مسافر کی منزل مقصود تک پہنچا آئے وہاں لوگوں نے انہیں پہچان کر کہا ''حضرت یہ کیا؟''

ان حضرت نے فرمایا ''مسلمانوں کی خدمت میرا فرض ہے''

مسافر نے معذرت کی تو فرمایا ''بھئی اس میں حرج ہی کیا ہے۔''

شرم وحیا

پاکیزہ طبیعت وفطرت کے بغیر انسان کوکوئی اچھائی یا نیکی نصیب نہیں ہوسکتی ۔عفت وعصمت شرم وحیا اور پارسائی یا پاکدامنی لوازمات نبوت ہیں ۔اللہ پاک نے اپنے پیارے حبیب کے دامن کو ہر برائی کے داغ سے ہمیشہ پاک صاف رکھا۔ پیارے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کی بدولت سیدنا غوث اعظمؓ بھی سراپا شرم وحیا تھے کہ یہ اوصاف ولایت کیلئے بھی لازم وملزوم ہیں۔

حکم خدا

خدا تم کوانصاف اوراحسان کرنے اوررشتہ داروں کو(خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہےاور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اورسرکشی سے منع کرتا ہےاورتمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یادرکھو۔ (النحل:۹۰)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ ہر دین کا ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے۔ ہمارے دین کا ممتاز اخلاق شرم کرنا ہے۔ (مالک،معارف الحدیث)

❷ حیاایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری)

۳ حیا خیر کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں۔

۴ جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرتا پھر۔

حسن عمل

''سیدنا غوث اعظمؒ میں کمال درجہ کی حیا تھی۔ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے ہمیشہ روکتے تھے آپؒ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی نازیبا کلمہ یا غیر مہذب بات نہ نکلتی تھی۔ ایک مرتبہ دریائے دجلہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں چند لوگوں کو برہنہ نہاتے دیکھا تو فرمایا'' واللہ مجھے بار بار مر کر زندہ ہونا پسند ہے لیکن ان لوگوں کا یہ فعل پسند نہیں ہے۔''

اپنی طبیعت میں حیا کی کثرت کے باعث آپ بسیار گوئی سے سخت پرہیز کرتے تھے اور خاموش رہنا پسند کرتے تھے۔

ضرورت کے سوا کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالتے تھے البتہ خلاف شریعت کوئی کام ہوتے دیکھ کر خاموش رہنا آپؒ گناہ سمجھتے تھے۔ اسی طرح وعظ و نصیحت کے وقت آپؒ خاموشی ترک فرما دیتے۔ آ کے منہ سے کبھی کسی نے کوئی ناشائستہ یا غیر ضروری بات نہیں سنی۔

نرم مزاجی

نرم خو، حلیم طبع اور گداز قلب ہونا نہایت اعلیٰ درجے کی صفات ہیں جو کہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہیں۔ ایک حساس اور نرم دل ہی دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرسکتا ہے اور یہی وصف انسان کے دل میں ہمدردی کے جذبات پیدا کر کے اسے خدمت خلق کی سعادت بخشتا ہے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ بہت نرم مزاج تھے۔ سیدنا غوث اعظمؒ بھی نہایت رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ آپؒ کی نرم مزاجی پیروی سنت رسول ﷺ کی بدولت تھی۔

حکم خدا

❶ اللہ کی کیسی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کیلئے نرم دل واقع ہوئے ہو اور اگر تند مزاج یا سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے۔ (دور ہٹ جاتے) (آل عمران:۴)

فرمانِ رسول ﷺ

رسول پاک ﷺ نے فرمایا "اللہ اس شخص پر رحم کرے جو کوئی چیز

بیچتے ،خریدتے اور قرض وصول کرتے وقت نرمی سے کام لے۔'' (صحیح بخاری)

حسن عمل

سیدنا غوث اعظمؒ نہایت نرم مزاج اور رقیق القلب تھے اگر آپؒ کے سامنے عبرت کی کوئی بات ہوتی تو فوراً آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت یا رسول پاک ﷺ کا ذکر کرتے وقت آپؒ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔

امام الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف البرزالی شبلیؒ کے مطابق سیدنا غوث اعظمؒ مستجاب الدعوات تھے اگر کوئی عبرت اور رقت کی بات کی جاتی تو جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ بڑے رقیق القلب تھے، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق اور عالی نسب تھے، عبادات ومجاہدات میں آپؒ کا پایہ بلند تھا۔

وقار

عزت اور وقار ،رعب و دبدبہ ،سنجیدگی اور شائستگی کسی بھی عظیم شخصیت کا زیور ہوتے ہیں ۔ یہ اوصاف حمیدہ لیڈر شپ کا بنیادی عنصر ہوتے ہیں اس لئے اعلیٰ مقاصد حیات کے حصول کیلئے ان کا وجود ناگزیر ہوتا ہے۔ لوگوں سے احترام کی بھیک نہیں مانگی جاتی بلکہ اپنے پر وقار طریقوں سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی جاتی ہے بلا شبہ رسول پاک ﷺ سب سے زیادہ محترم اور پر وقار شخصیت کے حامل تھے۔ دو ماہ کی مسافت سے آپ ﷺ کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی بدولت سیدنا غوث اعظمؓ کو بھی اللہ پاک نے نہایت بارعب اور باوقار شخصیت عطا فرمائی تھی۔

حکم خدا

❶ اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی ۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

فرمانِ رسول ﷺ

❶ ''اللہ پاک کو دو اوصاف بہت پسند ہیں :ایک بردباری دوسرا وقار''

۲ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھ سے لگ لپٹ کر نہ مانگو۔ خدا کی قسم! اگر تم میں سے کوئی (اس طرح) مجھ سے مانگے گا اور میں اس کو ناراض ہو کر دوں گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ (مسلم)

حسنِ عمل

آپؒ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی بادشاہ امیر یا وزیر کے گھر نہیں گئے اور نہ کبھی ان کے عطیات قبول کیے۔ اگر کبھی آپؒ کی مجلس میں خلیفہ کی آمد کی اطلاع ملتی تو جان بوجھ کر اٹھ کر اپنے گھر کے اندر تشریف لے جاتے۔ جب خلیفہ اور اس کے ساتھی بیٹھ چکتے تو باہر تشریف لے آتے۔ یہ انتظام اس لئے فرماتے کہ خلیفہ کی تعظیم کیلئے آپؒ کو اٹھنا نہ پڑے جہاں تک ممکن ہوتا آپ دنیاداروں سے اجتناب فرماتے جب ایسے لوگ آپؒ کی مجلس میں آتے تو آپؒ ان کو نہایت سخت الفاظ میں وعظ و نصیحت کرتے اور فرماتے کہ ان کے دل کا میل بہت سخت ہے اور تند و تیز الفاظ کی سختی ہی اسے کھرچ سکتی ہے۔

سیدنا غوث اعظمؒ نہایت خوش اخلاق، خوش گفتار اور پیکر حلم و حیا تھے لیکن آپؒ کی ہیبت اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ مجالس وعظ میں انتہائی نظم وضبط اور سکوت و سکون ہوتا تھا حتیٰ کہ لوگوں کے سانس کی آواز بھی

سنائی نہ دیتی تھی۔ دوران وعظ کیا مجال کہ کوئی سرگوشی کرے یا اٹھ کر ادھر ادھر جائے۔ جب آپ کسی راستے سے گزرتے تو لوگ سراپا احترام بن کر دورویہ کھڑے ہو جاتے۔

آپؒ کے عظمت وقار کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے مشائخ آپؒ کے مدرسے میں جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کرتے تھے۔

اسی طرح آپؒ کا تحریری پیغام یا خط کبھی کسی خلیفہ کے پاس پہنچتا تو وہ خوف سے لرز اٹھتا کہ شاید کسی بات پر سرزنش کی ہو۔

وہ آپؒ کا نامہ مبارک چوم کر آنکھوں سے لگاتا اور آپؒ کی ہدایت کی تعمیل کرتا۔ آپ خلفاء کی غلط حرکتوں پر برملا انہیں ٹوکتے تھے مگر آپؒ کی بے مثال قبولیت عامہ کی بدولت کسی خلیفہ کی مجال نہ تھی کہ سرتابی کی جرات کرے۔ بڑے بڑے معززین اور امراء آپؒ کی مجالس میں حاضر ہوتے تو بڑے ادب سے دوزانو ہو کر آپؒ کے سامنے بیٹھتے۔ اور آپؒ کے سخت الفاظ میں نصیحت وہدایت کو خندہ پیشانی سے سنتے۔

شیخ موفق الدین ابن قدامہ صاحب مغنی کا بیان ہے کہ ''میں نے کسی شخص کی آپؒ سے بڑھ کر تعظیم وتکریم ہوتے نہیں دیکھی۔ آپ کی مجالس وعظ میں بادشاہ، وزرا، امراء سب نیاز مندانہ حاضر ہوتے تھے اور عام لوگوں کے ساتھ بڑے ادب سے خاموش بیٹھتے تھے۔ علماء اور فقہاء کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔''

خرقہ ولایت کی سند

سیدنا غوث اعظمؒ کا خرقہ ولایت جن واسطوں سے آپؒ تک پہنچا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سرور کونین محمد مصطفیٰ ﷺ

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن علی بن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزمی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ نسب

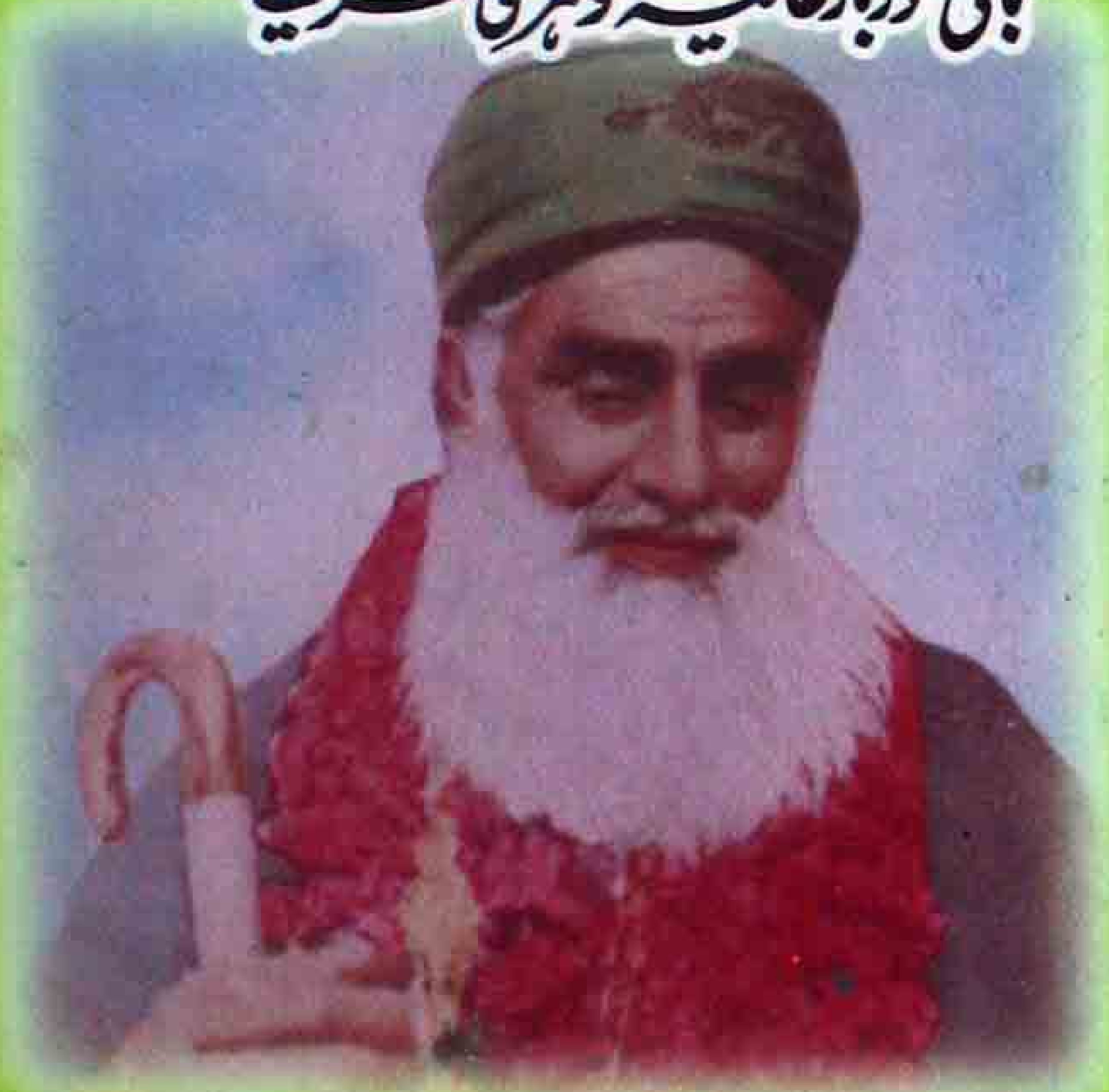
سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا معزز سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور بواسطہ مادر محترمہ چودہ واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

سرور کائنات ﷺ

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ زوج بتولؓ	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بتولؓ
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ	شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
سید حسن مثنیٰؒ	سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
سید عبداللہ المحض رضی اللہ عنہ	سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
سید موسیٰ الجونؒ	سیدنا امام جعفر صادق
سید عبداللہ ثانیؒ	سیدنا موسیٰ کاظمؒ
سید موسیٰ ثانیؒ	سیدنا علی الرضاؒ
سید داؤدؒ	سید ابو علاؤالدین محمد الجوادؒ
سید محمدؒ	سید کمال الدین عیسیٰؒ
سید یحییٰ الزاہدؒ	سید ابوالعطاء عبداللہؒ
سید ابی عبداللہؒ	سید محمودؒ
سید ابو صالح جنگی دوستؒ	سید محمدؒ
(زوج ام الخیر فاطمہؒ)	سید ابو جمالؒ
	سید عبداللہ الصومعی الزاہدؒ
	سیدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ

قبلہ عالم اعلیٰ حضرت خواجہ خواجگان قطب رب الاقطاب زریں بخت سلطان الاولیاء الحاج حضرت صوفی نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی دربار عالیہ موہری شریف





قلندر بادشاہ